



# نہ لہ

تالیف :  
امام احمد بن حنبل

تحقیق و تقدیم :  
شیخ محمد حاد الفقی

طباعت و اشاعت :  
ادارے طباعت و ترجمہ  
رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات و افتاء و دعوت و ارشاد  
ریاض، مملکت سعودی عرب

۱۳۰۶ھ - ۱۹۸۶ء

یہ کتاب مفت تقسیم کیجاتی ہے



تالیف :  
امام احمد بن حنبلؒ

تحقیق و تقدیم :  
شیخ محمد حامد الفقی

طباعت و اشاعت :

ادارے طباعت و ترجمہ

رئاست عامہ برائے علمی تحقیقات و افتاء و دعوت و ارشاد

ریاض، مملکت سعودی عرب

۱۳۰۶ھ - ۱۹۸۶ء

یہ کتاب مفت تقسیم کیجاتی ہے

# مقدمہ

• نماز کی حقیقت \_\_\_\_\_

• معنویت \_\_\_\_\_

• اسرار \_\_\_\_\_

• ثمرات \_\_\_\_\_

بقلم  
محمد حامد الفقی  
رئیس جماعتہ انصار السنۃ اکھدنیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے، نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے روز جزا کا مالک ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ

جن پر تو نے انعام فرمایا جو معتوب

نہیں ہوئے جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

اللہ نے خود اس بات کی شہادت

دی ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں

ہے اور فرشتے اور سب اہل علم بھی

راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر

گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا

فی الواقع کوئی خدا نہیں ہے )

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ

الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكٍ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٤﴾

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ

الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ

الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ

قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾

سُورَةُ الْغَاثِ

وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ وَأَهْدَاهُمْ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَأَرْفَعُهُمْ عِنْدَهُ دَرَجَةً مُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ أَمَّا بَعْدُ:-

نماز اسلام کی بنیاد اور اس کا ستون ہے۔ یہ ایک تعلق کا نام ہے جو عبودیت سے سرشار اور اپنے نفس کے خیر خواہ بندے اور اس کے رب کے درمیان قائم ہوتا ہے جو اس کی پرورش کرتا ہے اور پوری دنیا کی اپنی نعمت و فضل سے پرداخت کرتا ہے۔ یہ بندے کی اپنے رب سے محبت اس کی نعمتوں کے اعتراف اور اسکے فضل و احسان کے تشکر کی علامت ہے۔ اس کی دلیل ظاہر ہے اسے خشوع و خضوع سے سرشار نمازی اپنے نفس کے اندر محسوس کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر غور کرے یہ وہ تحفہ ہے جو اللہ نے اپنے حبیب کو شبِ معراج میں عطا کیا۔ لیلہ المعراج ربِّ حبیب اور بندہ حبیب کے درمیان اس عظیم ملاقات کا نام ہے جس سے آپ کو سچی عبودیت کی انجام دہی پر بطور انعام نوازا گیا۔ ایسی عبودیت کا مظاہرہ ماضی میں کسی نے کیا نہ مستقبل میں کوئی کر سکتا ہے۔ وہ ہدیہ اور تحفہ جس سے اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو ہمکنار کیا، نماز تھا۔ اسی لئے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی۔ اور اسی کے دامن میں پناہ لیتے تھے۔ جب کبھی کوئی سنگین مسئلہ درپیش ہوتا اپنے رب سے مناجات کرتے۔ اس سے شکوہ کرتے۔ اور وہ آپ کی دعاؤں کو قبول کرتا اور آپ کو ہر طرح کے غموں سے نجات اور راحت مل جاتی۔ آپ کہا کرتے تھے ملے بلال، نماز سے ہمیں راحت پہونچاؤ۔ اور مسلم اور اصحاب سنن نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کہتا ہے: میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان نصف

نصف تقسیم کر دیا ہے۔ اور میرے بندے کو جو کچھ وہ مانگتا ہے ملتا ہے، بندہ کہتا ہے،  
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی، بندہ کہتا  
 ہے: الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ اللہ کہتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی۔ بندہ  
 کہتا ہے مَسْلِكِ يَوْمَ الدِّينِ اللہ کہتا ہے: میرے بندے نے میری عظمت  
 بیان کی۔ بندہ کہتا ہے إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ اللہ کہتا ہے یہ میرے اور  
 میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندہ کو ملے گا جو کچھ وہ مانگتا ہے  
 بندہ کہتا ہے أَهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ⑥ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
 غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ⑦

اللہ کہتا ہے: یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کو ملے گا  
 جو کچھ وہ مانگتا ہے!

نماز اور اس سے محبت اور اس کی طرف سبقت کرنا اور مکمل طور سے اسکی  
 ادائیگی اور ظاہری و باطنی لحاظ سے اس کی تکمیل، یہی اس بات کا پیمانہ ہے کہ آدمی  
 کے اندر اللہ سے محبت اور اس سے ملاقات کا کس درجہ شوق ہے اور اس سے  
 بے نیازی اس کی ادائیگی میں کستی و کاہلی کا مظاہرہ اور اس کی خاطر کھڑے ہونے  
 میں بوجھل پن کا احساس اور اس سے جلد فارغ ہو چکنے کی خواہش یہ اللہ کی محبت  
 سے دل کے یکسر خالی ہونے کی علامت ہے بلکہ اس سے ناپسندیدگی اور شیطان  
 کے قائم کردہ دوسرے طاغوت اور آلہ سے محبت کا اظہار ہوتا ہے اور یہ اسی  
 کے عمل سے ہو سکتا ہے۔ جس کے اوپر بدترین جاہلیت اور اندھی تقلید سوار ہو

جسے جن دانس کے شیطانوں نے مزین بنا کر اس کے سامنے پیش کیا، ہو اور اس کے لئے اس کا نام دین اور اسلام رکھ چھوڑا۔

جس شخص کا اللہ اور اس کی آیت، اس کے کائناتی قوانین، اس کے اسماء اور صفات اور اس کی کتابوں اور رسولوں پر ایمان ہو وہ اس حقیقت میں شک نہیں کر سکتا کہ نماز کو چھوڑنے والا کافر ہے مشرک ہے، اور اللہ کے حق، اس کے وعدہ، اس سے ملاقات اور حساب و کتاب کا منکر ہے، اس نے اسلام سے اپنے تمام رشتے توڑ لیے ہیں اور لا الہ الا اللہ کا جو کلمہ دوہراتا ہے اسے منہدم کر دیا ہے۔ وہ اپنے رب سے برسرِ جنگ ہو گیا ہے۔ اس سے نفرت کر رہا ہے۔ اسی لئے اس کے سامنے کھڑے ہونے اور اس سے حاجات کرنے میں وہ تھکن اور مشقت محسوس کرتا ہے۔ اور غیر اللہ کے سامنے، طاغوت اور باطل معبودوں کے سامنے کھڑا ہونے میں! سے لذت و فرحت ملتی ہے۔ اس نے لا الہ الا اللہ کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کلمہ کس چیز کی نفی کرتا اور کس چیز کا اثبات کرتا ہے کن حقیقتوں پر ایمان لانے اور اخلاص و اطاعت اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے اور کن چیزوں سے انکار کرنے اور ان سے اپنی برأت ظاہر کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ اس نے اپنے اقوال و اعمال اور عقائد سے اس کلمہ کو ڈھا دیا۔ کیوں کہ اگر وہ تھوڑی عقل سے کام لیتا تو یہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ کلمہ دو اجزاء سے مرکب ہے ایک لا الہ اور دوسرا الا اللہ، اور دونوں کے مفہوم مل کر ایک حقیقت تک پہنچاتے ہیں تو ان میں سے پہلے جزو کا مفہوم یہ ہے کہ میں ہر طاغوت کا انکار کر دوں گا۔

اور اس سے اپنی برأت ظاہر کروں گا اور میں پوری کوشش کروں گا کہ اس کی تمام  
 خباثوں سے اپنے قلب کو پاک کر لوں تاکہ دوسرے جزو کی معرفت کا وہ اہل ہو سکے  
 اور صدق و اخلاص سے اس کی اطاعت قبول کر سکے۔ اور وہ **إِلَّا اللّٰه** سے جس کا  
 مطلب یہ ہے کہ میں اپنی عبادت کو اس کے تمام معافی و حقائق اور تقاضوں کے  
 ساتھ علم عقیدہ اور عمل کی روشنی میں اللہ وحدہ کے لیے حاصل کرتا ہوں جس کا  
 تقاضا شہادت رسالت کر رہی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں اپنی خواہشات اور  
 نفسانیت سے، تقلیدات اور بدعتوں سے اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔ بلکہ میری  
 عبادت میں میرا موقف وہ ہو گا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے  
 اسے پسند کیا اور جائز ٹھہرایا ہے۔

سب سے اہم اور مرکزی عبادت نماز ہے جس نے نماز ضائع کر دی  
 وہ دوسری عبادات کو اور زیادہ ضائع کر سکتا ہے اور اس کا اللہ سے تمام رشتہ  
 کٹ گیا۔ جیسا کہ خلیفہ اول ابو بکر صدیقؓ اپنے گورنر کے نام خط میں لکھتے ہیں:-  
 ”یاد رکھو، میرے نزدیک تمہارا سب سے اہم معاملہ نماز ہے، جس نے اسے  
 ضائع کر دیا وہ دوسری عبادت کو بدرجہ اولیٰ ضائع کر دے گا اور یاد رکھو،  
 اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ عمل رات میں کرنے کے ہیں جن کو دن میں قبول نہیں  
 کرتا اور کچھ عمل دن میں کرنے کے ہیں جن کو رات میں قبول نہیں کرتا“  
 جو نماز کو ضائع کر دے وہ عابد و زاہد کبھی نہیں ہو سکتا، بلکہ اللہ کے خلاف اسکے  
 اندر استکبار پیدا ہو جاتا ہے اور **لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه** کو وہ منہدم کر دیتا ہے اور اسے

توڑ دیتا ہے چاہے کتنی ہی بار سے دہرائے اور اپنی غافل زبان سے اس کی تسبیح  
لاکھوں بار پڑھتا رہے۔ یہ جگالی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

یہی مفہوم ہے جسے اللہ نے اپنی اس آیت میں مراد لیا ہے:

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ

بِاللَّهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ

لَا انْفِصَامَ لَهَا (بقرہ، ۲۵۶) سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں (

یہاں کفر بالطاغوت لا الہ کے مقابلہ میں ہے اور ایمان باللہ لا الہ کے

ہم معنی ہے۔ اس طرح ابراہیمؑ کہتے ہیں:

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۷۵﴾ أَنْتُمْ

وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ ﴿۷۶﴾ فَإِنَّهُمْ

عَدُوِّيٓ إِلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۷۷﴾

(شعراء، ۷۵-۷۶-۷۷)

یہاں بھی فَإِنَّهُمْ عَدُوِّيٓ .. لا الہ کے ہم معنی اور اِلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ . لا الہ کے

ہم معنی ہے۔ اس طرح سے لا الہ سے برأت اور عداوت کی تشریح ابراہیمؑ

دوسرے مقام پر بھی کرتے ہیں:

إِنِّي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿۷۶﴾ إِلَّا الَّذِي

فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيِّدِي ﴿۷۷﴾

تعلق نہیں۔ میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا وہی میری رہنمائی

کرے گا۔

یہی ہر وہ رسول کتا ہے جسے اللہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اور اس ظلم و مشقت اور تحقیر نفس سے نکالنے کے لیے بھیجتا ہے جس کا ارتکاب وہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں اور مخلوقات کی پرستش اور اطاعت کے ذریعہ کرتے ہیں حالانکہ ان ساری مخلوقات کو اللہ نے ان کے لیے مسخر کیا ہے۔

بدترین جاہلیت انسانوں کے قلوب و دماغ پر حاوی ہو چکی ہے اور انہیں تاریکیوں میں لیے جا رہی ہے وہ اپنی آنکھوں کانوں اور عقولوں میں اپنے رب کی نشانیوں سے اعراض کر رہے ہیں اور کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں کا انکار کر رہے ہیں اور فطری و سائنٹیفک ہدایت سے بے نیازی برت رہے ہیں۔ چنانچہ شیطان انس و جن نے دین کے سلسلے میں یاپ و داد اور دینی رہنماؤں کی اندھی تقلید کو مزین کر کے ان کے سامنے پیش کیا ہے۔ حالانکہ یہ دین ان کے دلوں کی غذا ہے اور اسی پر ان کی سعادت کا انحصار ہے اگر یہ دین حق ہو اور اس میں ان کی بدبختی کا سامان مخفی ہے اگر یہ دین باطل ہو اور بغیر بصیرت و ہدایت اندھی تقلید اور وراثت کا دین ہو۔ اس اندھی تقلید میں یہ چو پائے بن گئے ہیں بلکہ اس سے بھی بدتر جاہلیت کی تاریکیوں میں یہ بھٹک رہے ہیں۔ اور شیطان نے انہیں دین یا اسلام کے نام پر پھسلا رکھا رکھا ہے حالانکہ اگر یہ عقل سے کام لیں تو یہ محض اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت و عداوت ہے اور باطل خرافات کے پھندے اور طنون و ادہام کے شکنجے ہیں جن میں یہ پھنسے

ہوئے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے پالا مار لیا ہے۔ یہ لوگ نماز میں کھڑے  
 ہوتے ہیں تو اندھوں بہروں اور گونگوں کی طرح، نہ عقل سے کام لیتے ہیں نہ فہم سے  
 اور اس کی وجہ سے نماز کا کوئی اثر وہ اپنی زندگیوں میں نہیں پاتے اور ان کے عقائد  
 و اعمال اور اخلاق کی خرابی کی وجہ سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ پاتا۔ کیوں کہ اللہ  
 نے ان کے لئے اپنا دروازہ کھولا ہی نہیں نہ ان کی طرف رحمت اور قبولیت کی  
 نگاہ اٹھائی ہے۔ اس لئے کہ یہ خود چوپایوں کی طرح غفلت میں اس کے حضور کھڑے  
 ہوئے اور بغیر فہم و شعور کے اس سے باتیں کیں۔ جب کہ ان کے دل اجار و رہبان  
 مال و اولاد اور شہوات و خواہشات جیسے طاغوتوں کی گندگیوں اور خباثتوں سے  
 لپتے تھے اس لئے وہ اس لائق نہ ہو سکے کہ مناجات الہی کی حلاوت چکھ  
 سکیں۔ اور ان پر خدا کی رحمت اور اس کی خوشنودی جلوہ گر ہو پھر شیطان نے  
 ان کی جاہلیت کی تاریکیوں پر روغن قازل دیا۔ اور انہیں وہم میں مبتلا کر دیا کہ  
 وہ یہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں بھیج رہے ہیں جن کا وہ منتظر ہے چنانچہ خدا کے  
 بارے میں ان کے عقیدے میں خرابی آگئی کیوں کہ ان کے دلوں میں یہ بات  
 گھس آئی۔ بھلے ہی زبان خاموش رہی ہو کہ خدا (نعوذ باللہ) ان کا، ان کے  
 اعمال کا محتاج ہے اور انتظار کر رہا ہے اور یہ قرض کی منزلت میں ہیں جنہیں  
 خدا تعالیٰ خوب زیادہ کر کے چکائے گا۔ پھر انہوں نے ان اعمال میں بخالت  
 کرنا شروع کی۔ کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق خدا نے انہیں وہ حالات  
 اور اسباب مہیا نہیں کیے جو ان پر عبادت کے معاملہ کو آسان بنا سکتے تھے جس کے

اُس نے دوسروں کو ہمکنار کر رکھا تھا۔ کچھ لوگوں نے اوقات میں کنجوسی شروع کی اور دنوں اور سالوں تک لے جمع کرتے رہے اور پھر کہا، اپنا وہ قرض لے لیجئے جس کے آپ منتظر ہیں اور ان میں سے اکثر بلکہ سارے لوگوں نے خدا سے یکسر بے نیازی برتی اور اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ اس کی پکار کی طرف سے کان بند کر لیئے اور اس کی نیند پر لبیک نہ کہا۔ کیوں کہ ان کے نزدیک خدا وعدے کا سچا نہیں ہے۔ یہ سب جاہلیت کے ثمرات ہیں اور تقلیدِ اعمیٰ کی تاریکیاں ہیں۔ شیطان نے اس کثرت سے ان کے دلوں میں مسموم و مہلک پھونک مارا کہ وہ اللہ کی معرفت سے غافل ہو گئے۔ خدائی قوانین، اس کی آیات اور اس کی صفات میں ذکرِ الہی سے بے نیاز ہو گئے۔ اور تمام اوقات و حالات میں اس سے مضبوط تعلق استوار کرنے کی انہیں فکر نہ رہی۔

جب دل اس مسموم جاہلیت سے پاک ہوں گے اور اس اندھی تقلید کی تاریکیاں ان سے چھٹیں گی اور وہ اپنے اس رب اور خالق کی طرف متوجہ ہوں گے۔ جو بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے، لائقِ تعظیم ہے، قوی ہے، عزیز ہے، علیم و حلیم ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی پھر اس کی رہنمائی کی جس نے تمام انسانوں کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر اسے شکر و کفر کے تمام راستوں کی رہنمائی کر دی، جب انہیں فطرتِ سلیم کی ہدایت کی روشنی منور کرتی ہے تو وہ آسمانوں اور زمین اور نفس و آفاق میں اللہ کی پیدا کی ہوئی نشانیوں پر غور کرتے

ہیں اور آسمانوں اور زمین کی مسخر کردہ تمام چیزوں پر نظر ڈالتے ہیں اور جس عقل و سمع و بصر سے اُسے نوازا ہے اور اپنی کتاب اور اپنے رسولؐ کی احادیث میں جس ہدایت و رحمت اور روشنی کا اس نے انعام کیا ہے اس پر تدبر کرتے ہیں۔ تو بس اسی وقت وہ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈر سے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ ذلت و پستی کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔ اور دراشت کے جاہلی دین سے اور اس کی تمام رکاوٹوں سے نجات پانے کی وہ کوشش کرتے ہیں تو پھر ان لوگوں کے قلب، گوشت اور خون کے ہر قطرہ میں اس حقیقت پر صادق ایمان رچ بس جانا ہے کہ وہ رب ہے بڑا ہے۔ بلند ہے بے نیاز ہے، ستودہ صفات ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے تمام جہاں کی تربیت و پرورش کی اور یہ کہ مومن کا ایمان اور اس کا صالح عمل رب کی ربوبیت اور اس کے اقتدار میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتا۔ اور کافر کا کفر اور اس کا برا عمل و نافرمانی رب کی ربوبیت اور اس کے اقتدار میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتا۔ اور جس نے اچھا کام کیا تو اپنے یثیٰ اور بُرا کام کیا تو اس کا وبال اسی کے سر ہوگا۔ اور ہر مجرم اور گناہگار اپنے اوپر ہی ظلم کرتا ہے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا بلکہ کافر کفر کرنے اس کی نافرمانی کرے تو بھی اس کی ربوبیت کی تمام صفات و خصوصیات میں کوئی فرق نہ آئے گا، خلق و رزق، حیات و موت، یل و نہار، طعام و شراب اور ولادت اور دوسری تمام صفات پر کوئی حرف نہ آئے گا اور نافرمان اور گنہگار کافر چاہے جن و انس بھی اسکے ساتھ مل جائیں اپنی عبودیت، اپنی در ماندگی اور کمزوری اور

احتیاج و فقر میں کوئی تبدیلی یا کمی پیدا نہیں کر سکتا۔ بعد آقا کی طاقت و قوت کے سامنے مجبور ہے، چاہے غلام کو پسند آئے یا نہ آئے۔ اور رب غالب ہے تمام بندوں سے بالا دست ہے حکیم و خبیر ہے، ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، خیر کے خزانے اسی کے ہاتھ میں ہیں، بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے چاہے بندہ اس کو پسند خاطر رکھے یا نہ رکھے۔

جب انسان کا قلب اس پر سچے طور پر ایمان لے آئے گا تو خوف و رجاء، رغبت و رہبت، پستی و تعظیم اور ذلت ہر طرح کے تعلقات اپنے رب واحد سے قائم کرنے کی شدید خواہش کرے گا اور اس کے رب نے اس پر جتنے احسانات کیئے ہیں ان سب کو اس کے لئے سبب بنائے گا اور بڑی بے چینی سے اپنے جی و قیوم اور رحمن و رحیم خدا کی پکار کا منتظر ہوگا جو اسے نماز کی طرف کامیابی کی طرف، باجبروت بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کی طرف بلائے گی اور وہ شاداں و فرحاں اس موقع کو غنیمت جان کر دوڑ پڑے گا جو شاید دوبارہ نصیب نہ ہو جسے اس کے رب نے محض فضل کی بنا پر عنایت کیا ہے۔ اور جسے اچھے انداز میں اس کو دعوت دی ہے

انما زدر حقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی  
وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم کیا  
گیا ہے،

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
كِتَابًا مَّقْرُونًا ﴿۱۰۳﴾  
(نساء: ۱۰۳)

کتنا مبارک ہے یہ وقت! کس قدر بابرکت ہے یہ گھڑی، کتنی لذیذ ہے یہ  
 مناجات اور مسلمانوں کے سینوں کے لئے کتنی شریں اور فرحت بخش ہے یہ نماز!  
 کتنی سچی بات کہی ہے حبیب امین صلی اللہ علیہ وسلم نے:

”میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔“

یہ مسلمان کتنا ضرورت مند ہے اس بات کا کہ نماز سے بازیابی حاصل کرے۔  
 اس کی لذت و مسرت سے ہنکار ہو اپنے روح و قلب سے ان تمام گندگیوں اور  
 نجاستوں کو نماز کی نہر سلسبیل میں دھولے جو مال و اولاد کی شہوات و خواہشات کا  
 نتیجہ ہوتی ہیں جس طرح کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان الفاظ میں وصیت کی ہے۔

”نماز کی مثال ایسی ہے جیسے تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہ رہی ہو  
 وہ اس میں شب و روز پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ بھی میل کچیل  
 باقی رہے گی؟“

جب نماز کا معاملہ یہ ہے تو درحقیقت یہ بندہ مومن کے لئے اس کی رب سے  
 مناجات کا ایک اعزاز ہے جو اس کو جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز ہوتا ہے  
 اور وہ اس اعزاز کا مستحق اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ ربوبیت کو اس کی اسما و  
 صفات اور حقوق کے ساتھ پہچان لے اور وہ عبودیت اور اس کی عاجزی و  
 درماندگی، فقر و احتیاج کو جان لے۔ اور وہ ہر حقدار کو اس کا حق

پورے طور سے دینے کا عادی ہو جائے اسی لیے حسنی و معنوی طہارت  
 اس کے لیے ناگزیر ہے اور جسمانی و قلبی ستر پوشی ضروری ہے۔ اور بیت اللہ  
 کی طرف منہ کرنا جس قدر ممکن ہو کلام اللہ کی تلاوت کرنا اور تکبیر و تسبیح کا اہتمام کرنا لازم ہے  
 طہارت اس لیے ہے کہ بندہ اس بہیمیت کے تمام نقائص اور خرابیوں سے  
 پاک ہو جائے جو اسے اس خدائے پاکیزہ سے مناجات و کلام کرنے کی راہ میں  
 روکتی ہے جو اپنے پاکیزہ بندوں اور پاکیزہ اعمال ہی کو محبوب رکھتا ہے اور چونکہ  
 بہیمیت کے پہلو کا غلبہ ہی وہ رکاوٹ ہے جو بندے کو اس کے رب سے قریب  
 نہیں ہونے دیتی کیوں کہ یہی وہ دروازہ ہے جس سے یہ کھلا ہوا گمراہ کن دشمن داخل  
 ہوتا ہے پھر وہ اس دروازے کو اس طرح مزید وسیع کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اسے  
 اللہ کی کائناتی و علمی نشانیوں اور انسان پر اس کے احسانات جس کے اندر اس نے  
 اپنی روح ڈالی اسے غفلت اور بے نیازی کی دنیا میں لا دھکیلتا ہے اور پیم غفلت کے  
 نتیجے میں پھر وہ دشمن سے جھوٹی خواہشات اور گمراہی شہوات کے لیے سواری بنا لیتا ہے۔ اس  
 لیے طہارت کا راز یہ ہے کہ وہ اس غفلت سے بیداری کا عمل ہے اور اس باشعور اور  
 معزز انسانیت کی طرف رجوع کا عمل ہے جسے اللہ نے انسان کے اندر اپنی روح  
 میں سے پھونک ماری ہے تاکہ وہ اس لائق ہو سکے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے  
 خوش بخت ہو جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کر اس کی نعمتوں سے  
 سرفراز ہو اور اس کی اس طرح عبادت کرے جس طرح اس نے پسند کیا ہے اور جائز  
 ٹھہرایا ہے چنانچہ وہ ہدایت کی روشنی میں پاکیزہ زندگی گزارے، نہ وہ گمراہ ہو نہ

بدبختی کا شکار ہو۔

وضو کو واجب کرنے والی چیزیں۔ یعنی نواقض وضو۔ انسان کے اندر حیوانیت کے نمایاں مظاہر ہیں۔ اس لئے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں کا غلط استعمال کرتا ہے اور اپنی باشعور انسانیت پر حیوانیت کو غالب کر کے ان نعمتوں کو غلط جگہ پر رکھتا ہے اس لیے اسے "ذنب" کہا گیا ہے جو ذنب سے مشتق ہے جس کے معنی دم کے ہیں۔ اور جو صرف جانوروں کے لیے مخصوص ہے۔ وہ اس غلط استعمال سے اپنے آپ کو اس مقام سے گرا دیتا ہے کہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو اور اس سے مناجات کر سکے اور انسان غلطیوں کا پتلا ہے۔ اور یہ ناگزیر ہے۔ اس لئے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے اور اس سے مناجات کا شدید طور پر محتاج ہے تاکہ اس سے ہدایت طلب کرے اور ہر قدم پر سستی اور اعتدال کے لیے اس سے مدد مانگے اور تاکہ اس کے قلب سے ان غلط استعمالات کی خجاستیں زائل ہو سکیں۔ اور ان تمام غموں اور پریشانیوں سے نجات پاسکے۔ جو اسے دن رات گھیرے رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے ان احداث کو اس بات کے لیے یاد دہانی بتایا کہ اس پر حیوانیت کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اور وہ بڑھ کر وضو کرے یا غسل کرے اور اس بات کی خواہش ہو کہ وضو اور غسل کے بعد اپنی پاکیزہ انسانیت کو لے کر لوٹے گا۔ ہر عضو پر پانی گرانے وقت اس غلطی اور گناہ کو یاد کرے جس میں وہ عضو ملوث ہوا ہے پھر اسے نفس لوامہ کے سامنے پیش کرے اور حیوانیت کی سرکشی کو عقل اور شعور کی روشنی میں فطرت سلیم میں تحلیل کر دے۔

جب اس عمل سے وہ فارغ ہو گیا تو اس نے اس بات کا اعلان کر دیا کہ وہ اپنے رب کی طرف نئے سرے سے پلٹ آیا ہے ان تمام غلطیوں سے بری ہو کر اپنے اسلام کی تجدید کر لی ہے جنہوں نے اسے گندہ اور پراگندہ کر دیا تھا: اب وہ کہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ  
اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ .

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ واحد کے سوا کوئی اللہ نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اے اللہ تو مجھے توبہ کرنے والوں میں شامل کر اور پاک لوگوں میں مجھے شمار کر“

اسی طرح ہمیں اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا ہے۔ یہ حدیث امام مالک، مسلم اور ترمذی نے روایت کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: ”جب مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے اور اپنا چہرہ دھلتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ۔ اس کے چہرے سے وہ تمام غلطیاں دُھل جاتی ہیں جن کی طرف اس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہو اور جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دھلتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے ہاتھوں سے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کو اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہو۔ اور جب اپنے دونوں پیروں کو دھلتا ہے تو پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جن کی طرف اس کے دونوں قدم بڑھے ہوں۔ یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں سے صاف ستھرا ہو جانا“ اس سے وضو اور غسل کے تمام اسرار و رموز

سمجھ میں آسکتے ہیں بشرطیکہ لوگ سمجھ سے کام لیں جس کے متعلق لوگ غور و فکر کیوں نہیں کرتے  
 مطلق پانی، وہ اصل فطرت ہے جس سے اللہ نے ہرزندہ چیز کی تخلیق کی ہے۔ اگر پانی  
 میسر نہ ہو تو انسان کی پہلی اصل کی طرف رجوع کرے یعنی زمین کی طرف، اپنے دونوں  
 ہاتھوں کو زمین پر مارے اور اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کرے اور حدیث  
 صحیح میں ہے۔ "میرے لئے پوری سرزمین مسجد اور مظہر بنائی گئی ہے۔ اس لئے میری  
 اُمت کے کسی فرد کو کہیں بھی نماز کا وقت پا جائے تو وہی اُس کی مسجد ہے اور وہی  
 زمین پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے" پوری حفاظت اور سلامتی اسی میں ہے کہ  
 اس فطرت کی طرف رجوع کیا جائے جس پر اللہ نے آپ کو سمیع و بصیر اور عاقل  
 پیدا کیا ہے تاکہ اپنے نفس کی عاجزی و در ماندگی اور اس کے ضعف و احتیاج سے  
 آپ واقف ہو سکیں اور اسی طرح پوری انسانیت سے شناسائی ہو سکے اور اپنے  
 رب کی عظمت، جلالت قدر، اس کی رحمت و حکمت اور اس کے دیدار اور قربے  
 واقف ہو سکیں اور یہ جان سکیں کہ وہ سننے والا ہے دیکھنے والا ہے۔ مہربان ہے  
 رحیم ہے۔

اس طہارت کے بعض اسرار و رموز ہیں جنہیں آپ اپنے قلب و ذہن میں  
 مستحضر رکھیں تاکہ اپنے رب سے وصال کے لئے تیاری کر سکیں اور خدائے ذوالجلال  
 کی عطیات و نوازشات سے مستفید ہو سکیں۔ کتنا خوش بخت ہے وہ شخص جو اپنے رب  
 کو سمجھ لے، اس کی حکمت و رحمت کی اس کا قلب گواہی دے اور اس پر اس کی اہم  
 صفات کی ہدایت اور روشنی کا فیضان ہو سکے۔ اور یہ چیز اسے خدائی ہدایت

اور پیغام سے راہ یابی تک پہنچا دے۔ بے شک وہ ان مسلمانوں میں سے ہے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

ستر و قسم کا ہوتا ہے۔ ایک ظاہر جسم کا ستر اور دوسری معنوی باشعور انسانیت کا ستر۔ اور یہ معنوی انسانیت وہی بندے کا قلب اور اس کا دماغ ہے۔ ظاہری جسم کا ستر وہ ہے جس سے لباس کے ذریعہ حیوانات سے امتیاز ہو سکے، اسے انسانیت کی زینت بنایا ہے اور اس کے لیٹے آپ کپڑے ہیسا کرتے ہیں۔ اسی کی طرف اللہ کا یہ قول اشارہ کر رہا ہے:

اے اولاد آدم ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکنے اور تمہارے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو۔

يٰۤاٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا  
يُوْرِي سَوْءَ تِكُمْ وَرِيْشًا

(اعراف، ۲۶)

اور اسی کی طرف اپنے اس قول میں دعوت دی:

يٰۤاٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ  
(اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو)

(اعراف، ۳۱)

یہاں لباس اور زینت سے مراد وہ کپڑے ہیں جن کا باحیافطرت تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے جیا کی جائے۔ یہاں مطلوب وہ

تکلف اور بناؤ سنگھار نہیں ہے جو ہر زمان و مکان کے مناسب آپ اپنی حیا کے خلاف  
 ہتیا کرتے ہیں اور زینت سے مراد وہ خوشنمائی اور تزویر و تجمل نہیں ہے جو اپنے  
 آقا اور بڑے لوگوں کے سامنے تکلف کرنے والے اور کاسہ لسی کرنے والے کرتے  
 ہیں تاکہ دلوں میں چھپے کینہ و حسد اور کراہیت و نفرت کو چھپا سکیں۔ یہ چیز فطرتِ سلیم  
 کے خلاف ہے اور بہترین شریعت اس سے نفرت کرتی ہے۔

بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنے  
 کپڑے اتار کر کھونٹی پر لٹکا دیئے اور ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی۔ جب ان سے  
 محمد بن منکدر نے پوچھا تو فرمایا: تاکہ تم جیسا احمق مجھے دیکھے تو وہ سمجھنے لگے کہ یہ سنت  
 ہے۔ "کسی شخص نے رسول اللہ سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھنے کے بارے میں  
 پوچھا تو آپ نے جواب دیا: "کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟" اس  
 کی روایت بخاری اور مسلم نے کی ہے اور بخاری نے عمر بن خطاب سے روایت کی ہے  
 وہ کہتے ہیں کہ "جب اللہ نے تمہیں وسعت دے رکھی ہے تو اس کا مظاہرہ کرو، آدمی  
 اپنے کپڑے جمع کر لے، ایک لنگی اور چادر میں نماز پڑھے، لنگی اور قمیص میں نماز  
 پڑھے، لنگی اور عبا میں نماز پڑھے، پاجامہ اور چادر میں نماز پڑھے، چٹھی اور عبا  
 میں اور چٹھی اور قمیص میں نماز پڑھے۔"

یہ رسولِ اکرم اور آپ کے اصحاب کا طریقہ رہا ہے۔ یہ لوگ ہدایت کے  
 سب سے زیادہ حریص اور اللہ کے سامنے کھڑا ہونے کے لئے جس حیا کی ضرورت  
 ہوتی ہے اس سے سب سے زیادہ واقف تھے، رہے یہ احمق جو تکلف اور تصنع

سے کام لیتے ہیں اور اللہ کی فطرت کو جنہوں نے مسخ کر دیا ہے۔ یہ لوگ اللہ کو ظالم  
 رؤسا پر قیاس کرتے ہیں اور ضروریات کی تکمیل اور مرغوبات کے حصول کے لئے  
 سفارش بناتے ہیں اور اس کے سامنے اس ہیثیت کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کا وہ  
 رؤسا کے سامنے کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ ہمہ وقت  
 اپنے سر کو کھولے رہتے ہیں اور یہ ان کی زینت ہے جسے انہوں نے مرغوب خاطر  
 بنا رکھا ہے اور جب وہ نمازیوں سے مشابہت اختیار کرنے کے لیے اٹھتے ہیں حالانکہ  
 درحقیقت وہ نماز کے اہل نہیں ہوتے کیوں کہ اندھی تقلید کے ذریعہ دین حق سے  
 اعراض کر کے وہ اپنی فطرت کو بگاڑ لیتے ہیں۔ تو بغیر کسی ادب اور حیا کے عورتوں کی  
 طرح ایک رومال سے اپنا سر دھانک لیتے ہیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے "لوگوں نے  
 پہلی نبوت کی جو تعلیم پائی ہے ان میں ایک یہ کہ: جب تمہارے اندر حیا نہیں ہے  
 تو جو چاہے کرتے رہو"

رہا معنوی ستر تو یہ جسم حیوانی کے ستر سے اتنا زیادہ اہم ہے جس کا اندازہ نہیں  
 لگایا جاسکتا اور اللہ کے اس قول میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

وَلِبَاسُ الْقَوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ذَٰلِكَ مِّنْ (اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔  
 ءآيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٦﴾ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے  
 شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں) (اعراف: ۲۶)

کیوں کہ قلب فساد برپا کرنے والی چیزیں اور جسم کے اجنبی عوارض کے اثرات  
 بہت جلد قبول کرتا ہے اور اسے نہایت تیزی سے اخذ کرتا ہے اور قلب کا کپڑا

صرف تقویٰ کے دھاگوں سے بنا جاتا ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ اسے اس بات کا اچھی طرح علم ہو کہ اس کے رب نے اسے میدانِ جہاد میں لاکھڑا کیا ہے اور آفاق و انفس کی تمام عطا کردہ چیزوں میں سے مضر اور نقصان دہ چیزوں سے اسے بچنا ہے اور دشمن کے قید میں جانے اور اس سے دوستی کرنے سے دور رہنا ہے۔ وہ ہر نعمت کے استعمال پر غور کرے تاکہ وہ اپنے رب کے دیے ہوئے علم پر ہو اور ہر نعمت کو اس کی جگہ رکھ سکے کہ وہ فتحیاب ہو اور اپنے دشمن کو شکست دے سکے اور ان تمام فتنوں سے محفوظ و مامون رہ سکے جنہیں اس کا دشمن اس کے ارد گرد تان رہا ہے اور اس کے سامنے مزین کر کے پیش کر رہا ہے اس مقصد کی خاطر طہارت اور ستر پوشی کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے اور اپنی نماز میں ایک بندہ مومن کو اسی کا خیال اور قصد کرنا چاہیے تاکہ وہ فلاح پاسکے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ۗ (جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور اللہ یقیناً دنیا جہان  
 ۱۰۱  
 (عنکبوت : ۶) والوں سے بے نیاز ہے)

اور خانہ کعبہ کو قبلہ اس لیے بناتے ہیں کہ اسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عالم اسلام کا مرکز بنایا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عزت و احترام میں اور اضافہ کرے وہیں ان کے دل ملتے ہیں اور اس کی طرف ان کے قلوب شوق و رغبت سے لپکتے ہیں اس سے ان کا باہمی تعارف ہوتا ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور برتر تقویٰ میں ایک دوسرے کا تعاون ہوتا ہے جس کی خاطر اللہ نے رسول بھیجے، شریعت

مازل کی چنانچہ انکو اپنی مرضی سے سیدھے راستے کی رہنمائی کرتا ہے جب آپس میں اختلاف کرتے ہیں۔ پھر روزانہ پانچ بار یہ توجہ اور قصد انہیں دعوت دیتا ہے اور اس گھر کا حج کرنے کی رغبت اور شوق دلاتا ہے۔ روحوں کی ملاقات کے بعد وہاں جسم بھی ملتے ہیں اور اُس بقیعہ منور میں تعاون اور تعارف مکمل طور سے ہوتا ہے جس میں مسلمانوں کو ہر سال اسلامی کانفرنس کرنی چاہیے۔ وہاں اللہ کی رحمت اُن پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ اُن کے دل پاک ہو جاتے ہیں۔ اور اُن قربانیوں اور عبادات کے ذریعہ نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور ہر شخص اپنے وطن بہترین زادِ راہ لے کر واپس ہوتا ہے اور سیاسی اقتصادی اور جنگی ہر پہلو سے طاقتور ہو کر لوٹتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ دینی اور دنیوی ہر معاملہ میں انہیں طاقت اور توشہ ملتا ہے۔ اور وہ دوسروں کے مقابلے میں کہیں طاقتور اور زبردست ہوتے ہیں اور اس سے خلافت ارضی کا مقصد پورا ہوتا ہے۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا

اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک عمل کریں کہ وہ اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اُن سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے اُن کے لیے اُن کے اُس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے انکے

يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي

شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ

فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾

(نور: ۵۵)

حق میں پسند کیا ہو اور ان کی (موجودہ) حالتِ خوف کو امن میں بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اسکے ساتھ کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق

ہیں۔

جب آپ کو نماز کی تیاری کی توفیق مل گئی اور آپ خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے لائق ہو گئے۔ اور میں اپنے اور آپ کے لیے اس توفیق کی دعا کرتا ہوں۔ تو اب آپ نماز کے لیے کھڑے ہو جائیے۔ اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا ہو۔ اور آپ کا نفس بیدار اور مشتاق ہو اور اپنے رب سے مناجات کا پیاسا ہو۔ بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیے جیسے ذلیل و پست، مخاشع و قانت اور عاجز در ماندہ غلام کھڑا ہوتا ہے۔ نگاہیں جھکی ہوں، بے نیاز اور ستودہ صفات مولا سے یہ لو لگائے ہوئے ہوں کہ وہ فیض و کرم کی بارش کرے گا، اپنی رحمتوں سے محروم نہیں رکھے گا۔ آپ کو سعادت سے ہمکنار کرے گا۔ شقاوت سے دور رکھے گا۔ اس جگہ تمام حواس اور اعضاء و جوارح روک لیجئے جس کے آپ سب سے زیادہ محتاج اور صلاح اور فائدے کے ضرورت مند ہیں آپ اپنی ٹھوڑی سینے سے لگا لیتے ہیں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھ لیتے ہیں پھر اپنے رب کی تکبیر کہتے ہوئے "الذاکر" کہہ کر اسے پکارتے ہیں۔ اور آپ کو یہ شعور ہوتا ہے کہ

اس نے آپ کے جواب میں کہا ہے: ہاں میرے بندے، میں تمہاری طرف متوجہ ہوں اور اپنے معزز چہرے کا رخ تمہاری طرف کیے ہوئے ہوں۔ پھر آپ مناجات شروع کر دیتے ہیں۔ اور اپنے اس محبوب سے ہمکلام ہو جاتے ہیں جو آپ کی جان سے زیادہ آپ کو محبوب ہے اور جس کے ہاتھ میں خیر کی تمام کلیدیں ہیں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ٹھہر ٹھہر کر ہر کلمہ کے ساتھ اپنے قلب کو اپنی زبان کے ساتھ مجتمع کر کے آپ کہتے ہیں:

(اے اللہ میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا ہی فاصلہ کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کر دیا ہے اے اللہ مجھے غلطیوں سے پاک کر جس طرح سفید کپڑا دھبے سے صاف کیا جاتا ہے اے اللہ پانی سے، برف سے اور اولے سے میری غلطیوں کو مجھ سے

اللهم باعد بيني وبين خطاياي  
كما باعدت بين المشرق والمغرب  
اللهم تقني من الخطايا كما ينقى  
الثوب الأبيض من الدنس اللهم  
اغسلني من خطاياي بالماء  
والثلج والبرد .

(دھو دے۔)

آپ کو اس بات پر مکمل یقین ہوتا ہے کہ اللہ نے آپ کے جن نعمتوں سے نوازا تھا ان میں آپ کے قدم اس جگہ نہیں پڑے تھے جو اللہ کو محبوب تھا۔ اس نے آپ کو علم و ہدایت کے اسباب و ذرائع عطا کیے جن کا آپ کو علم ہے اس کے باوجود آپ کے دشمن شیطان نے آپ کو دھوکہ دیا اور آپ کے اوپر آیات اور علامات کو

مشتبہ بنا دیا تو آپ نے بعض چیزوں میں یا سرے سے اللہ کے رسول اور صحابہ کرام کے راستہ کو چھوڑ دیا۔ اور شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی کی جس کی وجہ سے غلطیاں اور گناہ آپ سے چپک گئے اور انہوں نے آپ کو نقصان پہنچایا۔ آپ کے دل پر زنگ لگ گیا اور اسے آگے سے رُکنا پڑا۔ اس طرح آپ نے اپنے دشمن کو خوش ہونے کا موقع دیا۔ اور اپنی قیادت کی نیکی اس کے ہاتھ میں تھادی۔ آپ ہلاکت کے گڑھے کے قریب پہنچ چکے تھے اگر آپ کے قوی و عزیز اور رحمن و رحیم رب نے مداخلت نہ کی ہوتی اور آپ کو ان غلطیوں سے دور نہ کیا ہوتا۔ اور اس کی آلائشوں کو بہترین اور پاکیزہ غسل کے ذریعہ آپ سے دھل نہ دیتا جسے آپ نے پانی برف اور اہلے سے تشبیہ دی ہے۔ آپ کے قلب و نفس سے اس میل کچیل کو دھلنے کا سب سے پاکیزہ اور طیب ذریعہ اس کی آیات بینات اور کتاب عزیز ہے جو مسلمانوں کے دلوں کی شفا اور سیرابی و پاکبازی کو بڑھاتی ہے۔ اور اس کے رسول کی ہدایت ہے جسے اس نے اُمیوں میں بھیجا تاکہ اس کی آیات سنائے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

جب آپ اپنے رب سے یہ دعا مانگتے ہیں اور اس طرح گریہ و زاری سے مناجات کا آغاز کرتے ہیں تو آپ کا دشمن پھر آپ کے سامنے آجاتا ہے اور آپ کو رب سے پھیر کر اہل و عیال اور مال و اولاد کے ساتھ گمراہ کن اقدامات کی طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ فوراً اللہ بزرگ و برتر کے دامن میں پناہ لیتے ہیں اور شیطانِ رحیم سے اس کے واسطے سے پناہ چاہتے ہیں۔ اس کی چالوں، مکاریوں

اور دوسرے اندازیوں سے دور رہنے کی درخواست کرتے ہیں اس وقت آپ کے  
 قلب اور زندہ و بیدار وجدان کے اندر یہ احساس ابھرتا ہے کہ آپ کے رب  
 نے آپ کی دعا سن لی ہے اور آپ کو وہ جدید ربانی مدد اور استعانت نصیب  
 ہوئی ہے۔ جس سے آپ کو اس دشمن پر غلبہ حاصل ہو گیا ہے اور آپ کا ان آسائشوں  
 سے نجات پا گیا ہے۔ اور اپنی تمام تر توجہ اپنے رب کی طرف پھیر دی ہے اس وقت  
 اپنے رب کی ان صفات اور اسماء کی مدد سے آپ پڑھتے ہیں۔ جو آپ کے موقف اور حاجت  
 اور شکایت کے بالکل مناسب ہیں۔ اور وہ یوں شروع کرتے ہیں (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)  
 تمام بہترین تعریفیں جو میرے رب کے لیے مناسب ہو سکتی ہیں جنہیں وہ جانتا ہے اور میں  
 نہیں جانتا، سب میرے رب کے لیے ہیں جو میری پرورش کرتا ہے جس طرح اپنی  
 نعمت اور تدبیر کائنات سے پورے جہاں کی پرورش کرتا ہے اور اس کی ساری  
 تدبیریں بہترین اور عمدہ ہوتی ہیں اللہ ہی کے لیے اچھے نام ہیں اور کیا خدا کے سوا  
 کوئی دوسری ہستی ایسی ہے جس کے تمام نام اچھے اور بہترین ہوں اور ہر خیر و جمال  
 اس کی ذات سے وابستہ ہو؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ یہ صورتِ حال نہیں  
 ہے؟ وہ تو میرے اوپر جلوہ گر ہوتا ہے اور میری اور پوری دنیا والوں کی اپنی دو صفات  
 الْخَيْرِ الرَّحِيمِ کے ذریعہ تربیت اور پرداخت کرتا ہے اور تنہا وہی اس پر قادر ہے  
 اور تمام چیزیں اس کی غلام ہیں انکی وہ تربیت اور پرورش کرتا ہے، انہیں نوازتا ہے  
 اور ان کے لیے تدبیر و انتظام کرتا ہے۔ وہ بندے کے لیے چاہتا ہے کہ وہ آگے  
 بڑھے ترقی کرے اور جو کچھ اسے دے رکھا ہے اسے ترقی دے وہ مَسْلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

ہے بس اسی کے ہاتھ میں جزا ہے۔ وہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اگر کوئی اچھا  
 ہوگی تو اسے دو چند کر دے گا۔ اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے گا۔ اور کیا یہ عقل میں بات  
 آتی ہے کہ وہ آخرت کے حساب و کتاب، جنت کے درجات اور جہنم کی پستیوں  
 سب کا مالک ہو اور دنیا کا مالک نہ ہو؟ ناممکن ہے۔ وہ دنیا کا بھی مالک ہے اس  
 لیے کہ دنیا کے تمام انسانوں کی پرورش و پرداخت وہی کرتا ہے اور اپنی نعمت و  
 سے تنہا ان کے لیے انتظام کرتا ہے اس لیے میں اس سے عہد کی تجدید کرتا ہوں اور اسی  
 سے مدد چاہتا ہوں "إِنَّا نَعْبُدُ وَإِنَّا لَنَسْتَعِينُ" ساری تعظیم، ساری محبت، سارا  
 اور تمام توقعات، تمام سوال، پکار اور فریاد سب تجھی سے وابستہ ہیں۔ اے وہ ذات  
 جو اپنی نعمتوں سے میری اور سارے جہاں کی پرورش کرتا ہے۔ میں اپنے دین و دنیا کے  
 تمام معاملات میں صرف تجھی سے مدد چاہتا ہوں، تو ہی اول ہے اور تو ہی آخر ہے  
 جو چیز بھی مجھ تک پہنچتی ہے اس کا آغاز تجھی سے ہوتا ہے اور جو انجام اور بدلہ مجھے ملتا  
 ہے اس کا مرجع اور منتہا ہی تو ہے ہر حکم اور عمل اور چیز میں لوٹنا تیری ہی طرف ہے تو دلوں  
 کو بدلنے والا ہے اور اپنے بندوں پر غالب اور زبردست ہے۔ آفِدْنَا الْقِسْرَةَ آتَشَقِيَّةَ  
 تو مجھے ہر کام اور میرے ہر اقدام میں سیدھے راستے کی رہنمائی کر، ہدایت  
 فطرت اور ہدایت رسالت سے میری بصیرت کو روشن کر اور اس بصیرت کے  
 آفتاب کو میرے دل و دماغ، میری سماعت و بصارت، میرے رگ و ریش  
 اور روح میں صوفشاں رکھ تاکہ میں اپنی زندگی کے تمام کام علم و بصیرت کی روشنی  
 میں انجام دوں تاکہ ہمیشہ اعتدال اور میانہ روی پر قائم رہوں۔ میری زندگی میں

کوئی کبھی ہونہ ضلالت نہ بدبختی اور ہر قدم پر مجھے ثبات عطا فرماتا کہ میں ہمیشہ منعم علیہ بندوں کے راستے پر گامزن رہوں "صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" اپنے محبوب بندوں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت عطا کر اور ان نیک بندوں کی صحبت میرے دل میں گھر کر دے اور اس انس اور نعمت کی بدولت گمراہوں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے راستے کی معرفت عطا کر۔ "غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" تاکہ میں اس سے احتراز کر سکوں اور بیچ سکوں شیطان میرے باپ دادا کے طور طریقوں کو میرے سامنے مزین نہیں کر سکتا۔ نہ ہوائے نفس اور بھیسی خواہشات کو روغن مل کر مجھے دھوکہ دے سکتا ہے اگر ایک بار اُس نے مجھے فریب دے دیا تو میں جلد رُشد و ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طرف لوٹ آؤں۔

جب آپ اس مناجات میں پتھے ہوں گے، دل آپ کا حاضر ہوگا تو نفس آپ کا بیدار ہوگا اور آپ کی رُوح۔ جو آسمان کے بلند ترین حصے تک جا چکی ہوگی۔ اپنے رب کے جواب کونے گی اور کلام الہی کی شیرینی کو محسوس کرے گی اور کتابِ عزیز کے ثمرات سے مستفید ہوگی۔ پھر آپ طولِ طویل مناجات اور مکالمہ میں لگ جائیں گے، قرآن کا چتنا حصہ ممکن ہوگا پڑھیں گے اس سے آپ کا رب اپنی نعمتوں کو دوچند کر دے گا۔ آپ کو احکام و قوانین سے باخبر کرے گا، پاکیزہ اور پُر امن زندگی گزارنے کے طریقے بتائے گا، اپنے ہدایت یافتہ انبیاء اور ان کے نیک پیروکاروں کے قصے سنانے گا۔ اور ان لوگوں کی داستان آپ کے سامنے رکھ دے گا جن پر اُن کے رب نے انعام

کیا انہیں دنیا و آخرت کی عزت اور بہبودی عطا کی اور اپنے دشمنوں اور اپنے رسولوں کے  
 دشمنوں کے حالات سنائے گا اور ان سخت سزاؤں کا بھی ذکر کرے گا جن سے اس نے  
 انہیں دوچار کیا کیوں کہ وہ اس کے اہل تھے، اللہ نے اُن پر ذرا بھی ظلم نہیں کیا۔ ان  
 اسماء و صفات کو بھی دہرائے گا جن سے اپنی ذات کو متصف کیا ہے جو دل میں اس سے  
 عظیم محبت اور اس پر توکل کو ابھارتی ہیں اور صرف اسی سے رشتہ جوڑنے کی دعوت  
 دیتی ہیں۔ وہ آخرت کی خبروں اور اس میں نہریں بہنے والے باغات اور جہنم کی آگ اور  
 انسانوں اور پتھروں کے ایندھن کا ذکر کرے گا، اس پر سے عرصہ میں آپ حاضر ہیں  
 اللہ اور اس کے رسولوں کے دشمنوں کو دکھیں گے اور اپنے نفس، عقیدہ، اخلاق اور  
 اعمال سے سوال کریں گے؛ کیا تمہارے اندر بھی وہ صفات اور اعمال ہیں جو تم کو  
 ان ظالموں میں داخل کر دیں؟ آپ کو احساس ہوگا اور میرا خیال ہے کہ یقینی طور پر  
 احساس ہوگا کہ جواب اثبات میں ہے۔ فوراً آپ اپنے نفس کو ان سے نجات دلائیں  
 اور اے اپنے رب کے لیے دامن میں پناہ لینے پر آمادہ کریں اور پکار اٹھیں کہ  
 وہ آپ کو علم نافع اور ہدایت دے کر اور آپ کی معزز باشعور انسانیت کو قوی بنا کر  
 ان لوگوں سے دور رکھے۔ تاکہ آپ مخلص لوگوں میں شامل ہو سکیں۔ آپ اللہ کے  
 اولیاء انبیاء اور ان کے پیروکاروں کے ساتھ ہر وقت موجود رہیں اور اپنے نفس  
 سے پوچھیں، اُن سے پاکیزہ عقیدت تمہارے اندر کتنی پائی جاتی ہے؟ ان کے  
 بلند اخلاق تمہارے اندر کس درجہ پر ہیں۔ اور ان کے نیک اعمال میں سے تمہیں

کتنا حصہ ملا ہے؟ آپ کو اپنی کوتاہی کا حد درجہ احساس ہوگا۔ اور فوراً اپنے رب کی طرف پلٹیں گے کہ وہ آپ کو روشن ہدایت اور قوت دے تاکہ ان کی عقیدت ان کے اخلاق اور ان کے اعمال آپ اختیار کر سکیں، اور ان ساری چیزوں کو آپ آسان سمجھیں گے کیوں کہ اگر آپ نے ایاک نستعین کہہ کر اس سے استعانت کی تو رحمن و رحیم آفا آپ کی مدد کرے گا۔ اور اسے آپ پر آسان بنا دے گا۔

اس وقت آپ کو احساس ہوگا کہ اللہ کی علمی و کائناتی اور اس کی طرف سے فطرتِ سلیمہ کی ہدایت جو آپ کو عطا ہوئی ہے، کتابِ عزیز اور آیاتِ بینات کی ہدایت، جن سے اُس نے آپ کا سینہ کھول دیا ہے اور وہ معیت جو اس نے اپنے رسولوں کو اور صدیقین و صاحبین کی عطا کی ہے۔ یہ سب نعمتیں آپ کی پیٹھ کو بوجھل کر دیں گی۔ جسے وہ اٹھا نہ سکے گی اور آپ اپنے رب کی بارگاہ میں رکوع میں چلے جائیں گے جس نے آپ پر فضل و احسان کیا ہے حالانکہ آپ کی طرف سے کوئی صلہ اسے ملنے والا نہیں، آپ تو بس فانی ہیں، اسے کیا دے سکتے ہیں؟ آپ کا دل اور آپ کی زبان اپنے عظیم رب کی تسبیح کرے گی اور ان نعمتوں کے ساتھ تفکر اور تدبر کے بحرِ ذخار میں سیر کرے گی اور اس ربِ عظیم کی تنزیہ و تقدیس کرتی رہے گی اس وقت آپ کے زندہ وجدان اور اس دنیا کے اوپر اٹھتی ہوئی رُوح کے ذریعہ آپ کو احساس ہوگا کہ آپ اس لائق ہیں کہ لوٹ جائیں۔ اور پھر سے اللہ کی حمد کریں تو آپ سَمِعَ اللهُ مِنْ حَمْدِهِ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ بس لے لے، اے بزرگ و برتر اے کبیر و عظیم ذات میری دوبارہ حمد کو جس کے ذریعہ تیری نعمتوں اور احسانات سے اپنی پیٹھ کو بوجھل ہوتے دیکھ کر

میں تیری تعریف کرتے ہوئے یہ کہتا ہوں۔

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَوَاتِ وَمَلَأَ الْأَرْضِ وَمَلَأَ مَا بَيْنَهُمَا وَمَلَأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ  
أَهْلِ الشَّاءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُنَّا لَكَ عَبْدًا لِمَا نَعَى لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَعْطَى  
لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ .

اے ہمارے رب، ساری حمد تیرے لیے ہے آسمانوں کے برابر اور زمین کے  
برابر اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اس کے برابر اور جو اس کے بعد  
تو چاہے اس کے برابر تو ثنا اور عظمت کا اہل ہے اور بندے نے جو کچھ  
کہا ہے اس کا مستحق ہے۔ اور ہم سب تیرے بندے اور غلام ہیں۔ تو  
جسے دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو نہ دے اسے کوئی کئے  
نہیں سکتا اور تیرے مقابلہ میں کوئی کسی سخت یا اور کو نفع نہیں پہنچا سکتا،  
چنانچہ ملا اعلیٰ میں پہنچی ہوئی آپکی روح گواہی دیتی ہے کہ: تمہارے رب نے  
فضل کیا اور تمہاری تکریم کی اور تمہاری حمد و ثنا اور ذکر کو سن لیا اور تمہارا تذکرہ اس  
نے ملا اعلیٰ میں کیا اور تم سے ایک بالشت اور ایک گز اور اس سے زیادہ قریب ہو گیا  
ان انعامات اور احسانات کو لا دنے کے بعد آپ کی پیٹھ اور بوجھل ہو گئی تو آپ  
سجدے میں گر پڑے اور عبودیت کے بلند ترین مقام کو پہنچ گئے جو خود سپردگی اور  
ہر چیز سے دست بردار ہو کر اس رب کے آگے اپنے کو ڈال دینے کی منتہا ہے  
جس کے قبضہ قدرت میں آپ ہیں اور ہر چیز ہے وہی ہر خیر کا دینے والا ہے تو

آپ اس کی مجدد شرف کے گن گانے لگے، اس کی نعمتوں کے ساتھ تیرنے لگے اور اسکی تسبیح کرنے لگے اور آپ کو محسوس ہوا کہ اس نے اپنی نعمتوں کے خزانے آپ پر کھول دیئے ہیں اور دنیا و آخرت مال و اولاد اور مومن رشتہ داروں کے لیے مانگنے کی جو ترغیب اس نے دلائی ہے اس کے دروازے اس نے وا کر دیے ہیں۔ آپ کو ایوبؑ کا قول یاد آگیا۔ جب ان پر اللہ تعالیٰ نے سونے کی بارش کی اور وہ اسے اپنے کپڑوں میں سیٹنے لگے تو اللہ نے اُن سے پوچھا: اے ایوب! کیا اب تم کو میں نے بے نیاز نہیں کر دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا: ”ہاں میرے رب۔ لیکن تیرے فضل سے بے نیازی کہاں؟“

اور رسول اللہ کا یہ قول یاد آگیا ”جس حالت میں بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے وہ سجدوں کی حالت ہے جب وہ دعا کرتا ہے تو اس کا مستحق ہوتا ہے کہ خدا اس کی دُعا سُن لے۔“

پھر آپ سجدے سے اٹھتے ہیں اور اپنی کوتاہیوں سے اپنے رب سے استغفار کرتے ہیں پھر اسی طرح سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح دوسری رکعتیں پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو رکعتوں کے آخر میں یا نماز کے آخر میں آپ بیٹھتے ہیں تو آپ اپنے رب کی پاکیزہ حمد و ثناء کرتے ہیں جو اس کے مناسب ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درودِ سلام پیش خدمت کرتے ہیں جو آپ کے امام اور اسوہ ہیں اور انہیں کے مبارک ہاتھوں، پاکیزہ زبان اور قلبِ سلیم کے واسطے سے آپ تک یہ خیر پہنچا اور آپ پر ان نعمتوں کی بارش ہوئی اور آپ نے اس خیر کے پہنچانے میں جن مصیبتوں اور مشقتوں کو برداشت

کیا وہ آپ جیسے سینکڑوں انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ پھر آپ اپنے اوپر  
 اور اپنے نیک بھائیوں کے اوپر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر آپ کو موقع ملتا ہے اور شہادتین  
 سے اپنی اسلامیت کی تجدید کرتے ہیں پھر اپنے رب سے درخواست کرتے ہیں کہ  
 وہ اپنے پاکیزہ بندے اور محبوب رسولؐ اور اہل توحید کے امام حضرت ابراہیمؑ اور ان دونوں کی اولاد  
 (اس توقع میں کہ آپ بھی ان کے اہل میں شامل ہو جائیں)۔ پر وہ نوازشیں اور رحمت و کرم  
 کرے جس پر بس اللہ قادر ہے، آپ اس پر قادر نہیں ہیں اس لیے کہ جو ہدایت اور  
 دین آپ کے پاس آیا ہے جس کے ذریعہ اللہ نے آپ کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی  
 میں گمراہی سے نکال کر ہدایت میں اور بدبختی سے نکال کر دنیا و آخرت کی سعادت  
 میں داخل کیا وہ آپ کے بس کی چیز ہے نہ روئے زمین کے تمام باشندوں کے  
 بس کی چیز ہے۔ وہ تو بس آپ کے رب کا عطیہ اور اس کی بخشش اور فیضان ہے  
 جو کہ بے نیاز ہے۔ اور ستودہ صفات ہے پھر آپ اپنے رب سے اپنی دنیا و آخرت،  
 مال و اولاد اور مومن مردوں اور عورتوں سب کے لیے مانگتے ہیں اور پوری نماز اور  
 مناجات میں رب کبیر سے قریب ہونے کی وجہ سے اس دنیوی اور فانی وجود سے  
 غائب رہتے ہیں۔

پھر جب یہ مکمل ہو جاتا ہے تو عطیات اور نوازشوں سے بوجھل ہونے کے بعد  
 اس وجود کی طرف پلٹتے ہو پھر تم "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہتے ہوئے دائیں بائیں  
 منہ پھیرتے ہو جیسے کہ کوئی کسی مجلس میں غائب ہونے کے بعد آیا ہو اور انکو سلام کر رہا ہو  
 نمازی کو اپنی روح اور اپنی باشعور معزز انسانیت کے ساتھ اس وجود سے غائب

رہنا چاہیے اس کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ اللہ کے رسول نے محراب کو وہ حیثیت دی جیسے وہ اس روئے زمین کا ٹکڑا ہی نہیں ہے اور اس سے گزرنے والے کو شیطان کہا اور اس سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا: اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس میں کتنا گناہ ہے تو نمازی کے آگے سے گزرنے سے چالیس سال تک اپنی جگہ کھڑا رہنے کو بہتر سمجھے۔"

جب اس معزز مناجات سے فارغ ہو لیں تو اپنے نفس کا محاسبہ کریں کہ کیا آپ نے مکمل عبودیت کا مظاہرہ کیا ہے جس طرح اس رب کے سامنے ہونا چاہیے جس نے آپ کو یہ تکریم اور شرف عطا کی؟ تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کے نفس نے ظلم کیا ہے، اپنے رب کے ساتھ حد درجہ کوتاہی کی ہے تو آپ تین بار استغفار کریں گے اور رب سے درخواست کریں گے کہ وہ آپ کو وہ علم و ہدایت اور بصیرت و بیداری عطا کرے جو آپ کے حیوانی نقائص کو ڈھانک سکے۔ اور آپ کی معزز انسانیت کو اتنا قوی بنا سکے جس کو آپ اس حیوانیت کا حکم بنا سکیں یہاں تک کہ وہ آپ کے رب کی پسند اور خوشنودی کے تابع ہو جائے صرف نماز ہی میں نہیں زندگی کے تمام معاملات میں رب کی رضا کی پابند ہو جائے۔

یہ ہے وہ نماز جس کے رات و دن میں آپ کے رب نے اوقات متعین کیے ہیں اور جو شخص اس کی قدرت اور استطاعت نہیں رکھتا اس سے وضوء، غسل، تیمم، کپڑے، قبلہ رو ہونا، قیام و قعود سب ساقط کر دیا لیکن متعین نماز ساقط

نہیں کی یہاں تک کہ جنگ اور شہادت کے موقع پر بھی اسے منسوخ نہیں کیا اس لیے کہ ہر بندہ ہر حال میں اپنے رب کا محتاج ہے بلکہ مرض اور مصائب و شدائد میں تو اور زیادہ ضرورت مند ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اس سے نوازتا ہے اور اللہ بڑا افضل والا ہے۔

یہ ہے نماز کی روح اور اس کی معنویت اور حقیقت، اور اس پر اللہ نے دنیا و آخرت کی سعادت اور کامیابی کا وعدہ کیا ہے اور یہی نماز ہے جیسا فی اور بد عملی سے روک سکتی ہے۔

افسوس ہے اس شخص پر جو مغز کو ضائع کر دے اور چھلکوں پر مرے اور کتنے ناکام ہیں وہ لوگ جنہوں نے نماز سے بدترین غفلت برتی اور اس کی حقیقت کو فراموش کر دیا تو اس کے پاکیزہ ثمرات اور ان بھلائیوں سے محروم رہ گئے جن سے نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے جن کے ذریعہ ارواح کونشو و نماہلتی ہے۔ دلوں کی حفاظت ہوتی ہے اخلاق پاکیزہ ہوتے ہیں اور فرد اور معاشرہ سنورتا ہے لوگ کبار اور فواجش سے بچتے ہیں اور رب کی تمام نعمتوں سے بہتر طور سے استفادہ کرتے ہیں اور نیکی و تقویٰ، عدل و احسان اور حقوق کی پاسداری وغیرہ بلند اور پاکیزہ صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ انہیں باتوں کے پیش نظر میں نے امام احمد بن حنبل کے اس رسالہ کا مقدمہ تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ میں نے سوچا کہ جو کچھ میرے دل میں ہے اسے اپنے مسلمان

بھائیوں کے سامنے پیش کر دوں اور اللہ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ مجھے اور انہیں اس کے اور امام احمد کی وصیت سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے گا اور ہماری اور ان کی مغفرت فرمائے گا اور یہ کہ لوگ اپنی غفلت سے ہوشیار ہوں گے۔ اس طویل خواب سے بیدار ہوں گے جس کے ذریعہ شیاطین انس و جن نے انہیں اندھی تقلید اور ادہام و خرافات کی پیروی میں مبتلا کر رکھا ہے وہ رشد و ہدایت کی طرف پلٹیں گے اور عزیمت کی پختگی اور احتیاط کی شدت کے ساتھ اور علم و بصیرت کی روشنی میں اس صحیح اسلام کی طرف تیزی سے رجوع کریں گے جسے لے کر اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد ہمارے پاس آئے۔ جن کی آخری وصیت یہ تھی کہ :

”میں تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جنہیں اگر تم مضبوطی سے پکڑ لو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور میری سنت۔“  
اسے اللہ نے اپنے فضل و رحمت سے ہر تبدیلی اور تغیر سے محفوظ رکھا۔ اس وقت سے اللہ کی کتاب تروتازہ اور شاداب رہی ہے جیسے رسولِ امین کے قلب پر جبرئیل کے ذریعہ نازل ہوئی تھی۔ وہ آج بھی آپ کو آواز دے رہی ہے جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو آواز تھی :

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ  
مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ  
وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾  
لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی  
طرف سے نصیحت آگئی ہے یہ وہ چیز  
ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے  
ایمان والوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے

(یونس ۱، ۵۷)

اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مَن دُونِهِ ۗ أُولَٰئِكَ قَلِيلًا

مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

(اعراف : ٣)

نصیحت کم ہی مانتے ہو

لوگو جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اپنے رب کو چھوڑ کر دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو مگر تم

پچھلے دور کے لوگوں نے سچے دل سے اس پر لبیک کہا چنانچہ وہ خیر امت تھے جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا تھا، وہ بھلائی کا حکم دیتے تھے اور بُرائی سے روکتے تھے اور اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔ انہیں یہ نعمت اُن کے اور آپ کے رب نے دی تھی تو آپ بھی انہیں کی طرح اس پر لبیک کہیں تو آپ کو اللہ اسی طرح دے گا جس طرح اس نے اُن کو دیا تھا اور آپ کو اس ہدایت و سعادت سے ہمکنار کرے گا جس سے ان کو ہمکنار کیا تھا۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب کہ رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلا لے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور اس کی طرف تم سیٹے جاؤ گے

يَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَجِيبُوا

لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

يُحْيِيكُمْ ۗ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ ۗ وَأَنَّهُ

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

(انفال : ٢٤)

میں نے اس رسالہ کی تحقیق (مکتبہ) المنار اور مسجد حرام کے مدرس شیخ محمد بن عبدالرزاق  
 حمزہ اور ادیب استاذ محمود شاہ کر کے مطبوعہ نسخوں اور ابن ابی یعلیٰ کی (تالیف) الطبقات  
 الکبریٰ کے قلمی نسخہ سے کی ہے اور پوری طاقت بھرا احادیث کے سلسلے میں اُن کے  
 اصول سے مراجعت کی ہے اور محمد بن عبدالرزاق اور اُستاد محمود شاہ کی تخریجات  
 سے استفادہ کیا ہے اور امام احمد کے عقیدے کا تقوُّر اسما حصہ بڑھا دیا ہے تاکہ اس  
 سے استفادہ عام ہو سکے۔ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ عَلَى عَبْدِ اللهِ وَرَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ أَجْمَعِينَ.  
 اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس سے فائدہ پہنچائے اور مجھے اور آپ کو اپنے  
 سیدھے راستے کی ہدایت دے۔

العبد الفقير الى عفو الله ورحمته

قاہرہ ۲۵ شعبان ۱۳۷۱ھ

محمد حامد الفقی

عقیدہ امام احمد بن حنبلؒ

قاضی ابوحسین محمد بن قاضی ابویعلیٰ محمد حسین الفراء متوفی ۵۲۶ھ، طبقات الخنابلہ میں مسدود بن مسرید بن مسرہل کی سوانح حیات میں کہتے ہیں:

ہمیں علی بن بسری نے بواسطہ ابن بطہ بتایا وہ کہتے ہیں مجھے علی بن احمد المقرئ المرغی نے بتایا وہ کہتے ہیں ہمیں محمد بن جعفر بن محمد السوندینی نے بتایا انہیں علی بن محمد بن موسیٰ حافظ جو ابن معدل کے نام سے مشہور ہیں۔ نے بتایا انہیں احمد بن محمد التیمی الزرندی نے بتایا وہ کہتے ہیں: جب مسدود بن مسرہل کو فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔ اور قدر، رفض، اعتزال، خلق قرآن اور ارجاء وغیرہ نئے نئے مسائل میں عوام گھر گئے تو انہوں نے احمد بن حنبل کے پاس لکھا: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لکھ بھیجئے۔ جب اُن کا خط احمد بن محمد بن حنبل کو ملا تو رو پڑے اور فرمایا: **إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** یہ بصری سمجھتا ہے کہ اس نے علم پر مال کثیر خرچ کیا ہے اور اسے اللہ کے رسول کی سنت کا پتہ نہیں۔ پھر ان کے پاس تفصل سے خط لکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہر زمانے میں اہل علم کو باقی رکھا جو گمراہوں کو ہدایت کی طرف بلا تے ہیں اور انہیں ہلاکت میں پڑنے سے روکتے ہیں۔ کتاب الہی کے ذریعہ مردوں میں زندگی دوڑاتے ہیں اور سنت رسول اللہ کے

ذریعہ جہالت اور ہلاکت میں گرنے والوں کی کمر تھام لیتے ہیں کتنے ہی اہلبیس کے ہاتھوں زخم خوردہ پڑے تھے ان کے اندر انہوں نے زندگی کی روح پھونک دی اور کتنے ہی گم کردہ راہ تھے جنہیں انہوں نے راستہ دکھایا۔ ان کے اثرات لوگوں پر کتنے نمایاں ہیں۔ یہ اللہ کے دین سے غلو پسندوں کی تحریف، غلط کاریوں کی ترمیم اور گمراہوں کی تعدیل کو دور رکھتے ہیں۔ ان گمراہوں نے بدعت کے پرچم اٹھالیے ہیں۔ فتنہ کی باگ دوڑ ڈھیلی کر دی ہے اور جہالت میں اللہ کے خلاف اور اللہ کے بارے میں (جن سے اللہ بہت بلند اور پرے ہے) اور قرآن کے متعلق طرح طرح کی باتیں کہتے ہیں۔ ہم ہر گناہ کن فتنہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور درود و سلام ہو محمد پر۔

اما بعد: اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس چیز کی توفیق دے جس میں اس کی اطاعت ہے اور ہر اس عمل سے دور رکھے جو اس کی ناراضگی کا باعث ہو اور ہمیں اور آپ کو عارفین باللہ اور اس سے ڈرنے والے کے عمل کی توفیق دے۔ وہی اس کا نگران اور ذمہ دار ہے۔

میں آپ کو اور اپنے کو اللہ سے تقویٰ کرنے اور سنت سے چھٹے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کتاب و سنت کی مخالفت کرنے والے پر کیا گزری ہے اور اس کے پیروکاروں کا کتنا اچھا انجام ہوا ہے۔ ہمیں نبی سے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ بندے کو اس سنت کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیتا ہے جسے وہ تھامے رہتا ہے" میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ قرآن پر کسی

چیز کو ترجیح نہ دیں کیوں کہ وہ اللہ کا کلام ہے اور جو کچھ اللہ نے کہا ہے وہ مخلوق نہیں ہے اور قرونِ ماضیہ کے بارے میں جو خبریں ہمیں اس نے دی ہیں وہ مخلوق نہیں ہیں اور جو کچھ لوحِ محفوظ میں ہے اور مصاحف میں ہے اور لوگ جس کی تلاوت کرتے ہیں اور جس طرح بھی پڑھا جاتا ہو اور جس طرح بھی بیان کیا جاتا ہو سب اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں، جس نے اسے مخلوق کہا وہ اللہ بزرگ و برتر کا منکر ہو گیا اور جس نے انہیں کافر نہ سمجھا وہ بھی کافر ہے۔

پھر اللہ کی کتاب کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی احادیث اور آپ کے صحابہ کے اعمال و اقوال ہیں۔ تمام رسول جو کچھ لے کر آئے ان کی تصدیق کرنا اور سنت کی اتباع کرنا ہی نجات کا واحد راستہ ہے یہی اہل علم سے نسلًا بعد نسل منتقل ہوتا آیا ہے اور جہم کی رائے سے دور رہو کہ یہ خود اس کی اپنی رائے ہے، اس کی اپنی باتیں ہیں اور اس میں بہت اختلافات ہیں۔ ہم نے جن اہل علم سے فیض حاصل کیا ہے وہ سب اس پر متفق ہیں کہ: جمیہ تین فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے: قرآن اللہ کا کلام اور مخلوق ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے: قرآن اللہ کا کلام ہے اور سکوت اختیار کرتا ہے۔ یہ گروہ توقف اختیار کرتے والے ملعون ہیں۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن کو پڑھتے ہوئے ہم جو الفاظ نکالتے ہیں وہ مخلوق ہیں یہ سارے گروہ جمیہ ہیں کفار ہیں۔ ان سے توبہ کرایا جائے اگر یہ توبہ کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ اور جن اہل علم کا زمانہ ہم نے پایا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جو اس طرح کی باتیں کہے

اس سے توبہ کرایا جائے اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے نکاح کا معاملہ نہ کیا جائے نہ اس کا فیصلہ جائز ہے نہ اس کا توبہ کھایا جائے گا۔

ایمان قول و عمل کا نام ہے۔ یہ گھٹنا اور بڑھتا رہتا ہے۔ اگر ایمان کے ساتھ حسن عمل ہو تو اضافہ ہوتا ہے اور اگر بد عملی ہو تو گھٹ جاتا ہے اور آدمی ایمان سے اسلام کی طرف نکل آتا ہے اور اسلام سے اسے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی، الا یہ کہ وہ شرک کرے، اللہ کے کسی فریضے کو ٹھکرا دے اس کا انکار کر دے اگر محض سُستی و کاہلی سے اسے چھوڑ دے گا تو وہ اللہ کی مشیت کے تحت ہے اگر چاہے گا تو اسے عذاب دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا۔

رہے یہ ملعون معتزلہ، توجن اہل علم کا زمانہ ہم نے پایا ہے، ان سب کا اتفاق ہے کہ: یہ لوگ گناہ کی وجہ سے کافر کہہ دیتے ہیں اور جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آدمؑ نے کفر کیا تھا اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب یعقوبؑ سے جھوٹ کہا تھا تو اس وقت کفر کیا تھا اور معتزلہ کا اجماع ہے کہ جو ایک دانہ چوری کر لے وہ کافر ہے اس کی عورت جدا ہو جائے گی اور اگر اس نے حج کیا تھا تو پھر سے حج کرے گا، جو لوگ اس طرح کی باتیں کہتے ہیں وہ کافر ہیں ان سے نکاح و پیام نہ ہوگا نہ ان کی شہادت قابل قبول ہوگی۔

رہے روافض، تو ہم نے جن اہل علم کا زمانہ پایا ہے ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ ان لوگوں کا کہنا ہے کہ: علی بن ابی طالبؑ ابو بکر صدیقؓ سے افضل ہیں اور علیؑ کا اسلام ابو بکرؓ کے اسلام سے افضل ہے اور جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ

علی بن ابی طالبؓ ابو بکرؓ سے افضل ہیں اس نے کتاب و سنت کی تردید کی۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں کہتا ہے:

(محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ

(فتح: ۳۹) ان کے ساتھ ہیں)

یہاں اللہ نے نبیؐ کے بعد سب سے پہلے ابو بکرؓ کا تذکرہ کیا ہے اور اللہ کے رسولؐ نے فرمایا "اگر میں کسی کو حبیب بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن اللہ نے تمہارے اس دوست کو حبیب بنا لیا ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا" اس لیے جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ علیؓ کا اسلام ابو بکرؓ کے اسلام سے افضل ہے وہ جھوٹا کتاب ہے اس لیے کہ پہلے اسلام لانے والے عبداللہ بن عثمان عقیق اور ابو بکر بن ابی قحافہؓ ہیں اور اس وقت وہ ۲۵ سال کے تھے اور علیؓ سات سال کے بچے تھے جن پر احکام و فرائض اور حدود نافذ نہیں ہوتے تھے۔

لہٰذا یہاں اس معنی میں ہے کہ جو آپ کے ساتھ تھے فارسیں۔ لیکن یہاں "الذین" جمع استعمال ہے اور اسکے بعد جو صفات گنائی ہیں وہ عام صحابہ میں پائی جاتی ہیں اس لیے اگر اس آیت سے استدلال کرتے تو اچھا ہوتا:

إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ  
أَثْنَيْنِ إِذْ هُمْ أَفْئِفِ الْفَارِ إِذْ يَقُولُ  
لِصَنِجِيهِ لَا تَخْزِنِ أَيْتُ اللَّهِ مَعَنَا  
جوب کافروں نے اسے نکال دیا تھا جب وہ  
صرف روہیں کا دوسرا تھا، جب وہ دونوں  
فارسیں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے  
تھے "غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے"

(توبہ: ۲۰)

ہم قضا و قدر پر اس کے خیر و شر، تلخ و شیریں پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ کہ  
 اللہ نے مخلوقات سے پہلے جنت بنائی اور اس کے باشندوں کو پیدا کیا اس کی  
 نعمتیں دائمی ہیں اور جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ جنت کی کوئی نعمت ختم ہو جائے گی تو وہ  
 کافر ہے۔ اس نے مخلوقات کی تخلیق سے پہلے جہنم بنائی اور اس کے باشندوں کو  
 پیدا کیا اور اس کا عذاب دائمی ہے اور اہل جنت اپنے رب کو لا محالہ دیکھیں گے اور  
 اللہ تعالیٰ محمدؐ کی شفاعت کے تحت کچھ لوگوں کو جہنم سے نکالے گا اور اللہ نے موسیٰؑ سے  
 رو، در رو، بات کی اور ابراہیمؑ کو اپنا حبیب بنایا اور پل صراطِ حق ہے، میزانِ یقینی ہے۔  
 انبیاءِ سچے ہیں، عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں، حوض اور شفاعت  
 پر ایمان رکھنا، منکر نکیر پر ایمان رکھنا۔ عذابِ قبر پر ایمان رکھنا، ملک الموت پر  
 ایمان رکھنا کہ وہ روح قبض کرتے ہیں پھر قبروں میں جسم کے اندر روح لوٹا دی جاتی  
 ہے اور ان سے ایمان و توحید کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور صور پھونکنے پر ایمان  
 رکھنا۔ صور ایک سنکھ ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے۔ مدینہ میں جو قبر ہے  
 وہ محمدؐ کی قبر ہے اور آپ کے ساتھ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی قبریں ہیں اور بندوں کے دل  
 رحمن کی ڈوانگیوں کے بیچ میں ہوتے ہیں اور دجال اس امت میں یقیناً ظاہر  
 ہوگا اور عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے۔ اور بابِ لُد پر اس کو قتل کر دیں گے، ان سب

لہ قبر میں سوال کرنے والے فرشتوں کے نام کے بارے میں کوئی ثابت حدیث نہیں  
 آتی جیسا کہ امام ابن قیم وغیرہ کی تحقیق ہے۔

پر ایمان لانا واجب ہے۔

اور جن چیزوں کا علماء نے شبہ سے انکار کیا ہے، وہ انکار کیئے جانے کے لائق ہیں۔ اور تمام بدعتوں سے بچو، کسی آنکھ نے نبی کے بعد ابو بکرؓ سے بہتر انسان نہیں دیکھا نہ ابو بکرؓ کے بعد عمرؓ سے بہتر انسان کسی نے دیکھا نہ عمرؓ کے بعد عثمان بن عفانؓ سے بہتر آدمی کسی نے دیکھا نہ عثمانؓ کے بعد علی بن ابی طالبؓ سے اچھا انسان کسی نے دیکھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

احمدؒ کہتے ہیں: بخدا یہ خلفائے راشدین ہیں، ہم عشرہ مبشرہ کی جنت کی گواہی دیتے ہیں اور وہ یہ لوگ ہیں: ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید بن زید، عبدالرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور نبیؐ نے جن لوگوں کے لیے جنت کی شہادت دی ہے ہم بھی ان کے لیے جنت کی شہادت دیتے ہیں۔ نماز میں رفع یدین کرنا نیکوں کو بڑھا دیتا ہے، جب امام "وَلَا الضَّالِّينَ" کہے تو رور سے آمین کہنا چاہیے اور جو مر گیا ہو اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہیے

ہر امام کے ساتھ غزوہ اور حج میں خروج کرنا، اس کے پیچھے جماعت، جمعہ اور عیدین کی نمازیں ادا کرنا واجب ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض و نکتہ چینی جائز نہیں ہے۔ اور ان کے فضائل کا ذکر کیجئے اور باہمی اختلافات کو نہ چھیڑیئے اور کسی بدعتی سے اپنے دین کے بارے میں مشورہ نہ لیجئے نہ اپنے سفر میں اس کی رفاقت اختیار کیجئے۔

نکاح اس وقت تک درست نہیں جب تک ولی، پیام نکاح دینے والا اور

دو عادل گواہ نہ ہوں۔ متعہ قیامت تک کے لیے حرام ہے اور جس نے بیک وقت تین طلاق دیئے اس نے جہالت کی اور اس کی بیوی حرام ہوگئی اور وہ اس کے لیے اس وقت تک جائز نہیں ہوگی جب تک کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔

جنارے کی چار تکبیریں ہیں اگر امام پانچ بار تکبیر کہہ دے تو اس کے تم بھی تکبیر کہو ابن مسعودؓ کہتے ہیں اتنی بار تکبیر کہو جتنی بار تمہارا امام کہے۔ "احمدؒ کہتے ہیں شافعیؒ میرے خلاف ہیں اور کہتے ہیں۔ اگر چار تکبیروں سے زائد کہہ دے اتو اپنی نماز دھرائے اور نبیؐ کے اس عمل سے استدلال کیا کہ آپؐ نے نجاشی کی نماز جہنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

لے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کی تحقیق یہ ہے کہ جو طلاق اللہ نے مشروع کیا ہے اور جس پر احکام مرتب ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ ایک طہر میں ایک طلاق دے جس میں اس نے ہاتھ نہ لگایا ہو "انت طالق" کہے کتاب سنت کے نصوص اس سلسلہ میں بالکل واضح اور صریح ہیں اور اسی پر رسولؐ اور ابوبکرؓ کے دور میں عمل ہوتا تھا اور یہی ہدایت اور دین ہے جس سے ہٹنا کسی طرح جائز نہیں ہے چاہے کوئی بھی کہے اور جس نے ایک ہی مجلس میں ایک بار تین طلاق کہہ کر بیوی کو جدا کر دیا اس کی طلاق مغلطہ واقع ہوگئی۔ اب اس کی بیوی اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہے جب وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے۔ اس آدمی کے حق میں کوئی دلیل نہیں بلکہ سارے دلائل اس کے خلاف ہیں۔ اور اللہ ہی صحیح بات کی توفیق دیتا ہے۔

نُحَفِینِ پر صبح مسافر کے لیے تین دن اور تین رات تک ہے اور مقیم کے لیے  
ایک دن اور ایک رات تک ہے اور جب مسجد میں داخل ہوں تو تحتہ المسجد کی  
دو رکعتیں ادا کیے بغیر نہ بیٹھئے اور وتر ایک رکعت ہے اور اقامت انفرادی ہے۔  
اہل سنت سے محبت کیجئے کہ وہ صحیح عقیدے پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور  
آپ کو سنت پر اور اجتماعیت سے وابستگی کی حالت میں موت دے اور ہمیں اور آپ کو  
علم کے اتباع کی توفیق دے اور اپنے پسندیدہ محبوب اعمال پر کار بند رکھے۔

---

قاضی ابو حسین محمد بن قاضی ابو یعلیٰ محمد بن حسین الفراء، طبقات الحنابلہ میں  
 مُنہا بن یحییٰ شامی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ ہمیں بتایا مبارک نے انہیں بتایا ابراہیم نے  
 انہیں بتایا ابو عمر نے انہیں بتایا طیب نے انہیں بتایا ابو القطان الہیتی نے وہ  
 کہتے ہیں ہمیں بتایا سہل التستری نے وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پڑھ کر سنایا مُنہا بن یحییٰ شامی نے؛  
 یہ کتاب نماز کے متعلق ہے کیوں کہ نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اس کی  
 تکمیل و استحکام کے عوام حد درجہ ضرورت مند ہیں اس کتاب کی مسلمانوں کو سخت  
 ضرورت ہے کیوں کہ انہوں نے نماز کو ملکی چیز سمجھ لیا ہے۔ اسے ضائع کر رہے ہیں  
 اور لوگ اپنے امام سے رکوع و سجدہ وغیرہ میں سبقت لے جاتے ہیں اسے ابو عبد  
 احمد بن محمد بن حنبل نے ان لوگوں کی خدمت لکھا ہے جن کے ساتھ انہوں نے چند  
 نمازیں پڑھی تھیں

اے لوگو! میں نے تمہارے ساتھ نماز پڑھی ہے میں نے دیکھا ہے کہ تم میں سے  
 بعض لوگ رکوع و سجود، قیام و قعود میں امام پر سبقت لے جاتے ہیں، جو شخص امام  
 پر سبقت لے جانے کی کوشش کرے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ یہ چیز نبی سے اور آپ  
 کے صحابہ سے منقول ہے۔ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "کیا وہ شخص جو اپنا سر امام سے  
 پہلے اٹھاتا ہے اسے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ اللہ اسے سر کو گدھے کا سر بنا دے"۔

۱۰ ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ متفق علیہ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ کتے کی شکل بنا دے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے اس نے اپنی نماز خراب کر لی۔ اور اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اگر اس کی نماز ہوتی تو اس کے ثواب کی توقع کی جاتی اور اس کے بارے میں اس بات کا خوف نہ رہتا کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کا سر بنا دے۔ دوسری حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے، تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے اٹھ جاتا ہے۔ اور براہین عاذب سے روایت ہے وہ کہتے ہیں ”ہم نبیؐ کے پیچھے تھے۔ جب آپ قیام سے سجدہ کے لیے جھکتے تو ہم میں سے کوئی شخص اپنی پیٹھ نہ موڑتا۔ جب تک آپ اپنی پیشانی زمین پر نہ رکھ دیتے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپ کے پیچھے قیام کی حالت میں رہتے۔ یہاں تک کہ نبیؐ جھک پڑتے اور تکبیر کہتے اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے اور لوگ کھڑے رہتے پھر آپ کی پیروی کرتے تھے اور اصحاب رسول سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ”اللہ کے رسول سیدھے کھڑے ہو جاتے اور ہم اس کے بعد تک سجدے میں پڑے رہتے۔“ ابن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو دیکھا جو امام سے سبقت کر گیا تھا تو انہوں نے

---

۱۔ طبرانی نے ابن مسعود پر موقوف کر کے اس کی روایت کی ہے اور ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

۲۔ اے مسلم نے ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث سے روایت کی ہے۔

۳۔ متفق علیہ ہے اور بنی ہاشم نے اے نعمان بن بشیرؓ کی حدیث سے روایت کی ہے۔

کہا: نہ تیری انفرادی نماز ہوئی نہ تو نے امام کی اقتدار کی۔ اور جو شخص نہ تنہا نماز پڑھے نہ امام کی اقتدار میں، تو اس کی کوئی نماز ہی نہ ہوئی۔ ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ امام سے سبقت کر گیا ہے تو اس سے فرمایا: تو نے نہ تنہا نماز پڑھی نہ امام کے ساتھ۔ پھر اسے مارا اور کہا کہ نماز دہرائے۔ اگر اس کی نماز عبد اللہ بن عمرؓ کے نزدیک ہو گئی ہوتی تو آپ اسے دہرانے کا حکم نہ دیتے۔ حطان بن عبد اللہ الدقاشی سے روایت ہے کہ ہمیں ابو موسیٰ اشعریؓ نے نماز پڑھائی جب آپ قعدہ کی حالت میں تھے تو انھیں میں سے ایک آدمی نے کہا: نماز کو نیکی اور زکوٰۃ سے ملا دیا گیا؟ جب ابو موسیٰ نے نماز ختم کی اور سلام پھیر دیا تو پلٹے اور پوچھا: تم میں سے کسی نے یہ کلمات کہے ہیں لوگ ڈر کے مارے چپ ہو رہے آپ نے دوبارہ پوچھا تب بھی وہ خاموش رہے۔ تب آپ نے پوچھا: اے حطان تم نے یہ بات کہی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: بخدا میں نے نہیں کہی ہے، مجھے اندیشہ تھا کہ آپ مجھی کو ڈانٹیں گے ایک شخص نے کہا میں نے کہی ہے اور میرا ارادہ خیر ہی کا تھا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ نماز میں کیا کہنا چاہیے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک خطبہ دیا اور اس میں ہماری سنت جو کچھ ہم اس میں

۱۷ اس کی روایت مسلم ابو داؤد اور نسائی نے کی ہے۔

۱۸ یہاں اصل میں اُقرت کے بجائے عربی عبارت قرنت تھی جیسا کہ ایک روایت میں الفاظ یہی ہیں اس لیے کہ قرآن پاک میں نیکی جو خیر و احسان کا جامع ہے کا تذکرہ نماز کے ساتھ میں آیا ہے اور اُقرت عربی صیغہ استعمال ہوا ہے جس کے معنی خوف اور دہشت سے خاموش رہنے کے ہیں۔

کہیں اس کی وضاحت کی۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: جب تم نماز پڑھو تو اپنی صفوں کو درست کر لو پھر تم میں سے کوئی تمہارا امام بن جائے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو غور سے سنو اور جب وہ "غَيْرِ الْمَفْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" کہے تو آمین کہو تمہیں اللہ محبوب رکھے گا اور جب وہ تکبیر کہے اور رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو اور رکوع کرو امام تم سے پہلے رکوع میں جائے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔ تو اللہ کے رسول نے فرمایا: یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا اور جب وہ اپنا سر اٹھائے اور کہے سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ تو تم اپنے سر اٹھاؤ اور کہو: اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ تو اللہ تمہاری ضرورت سے گا اور جب وہ تکبیر کہے اور سجدہ میں چلا جائے تو تم بھی تکبیر کہو اور سجدے میں چلے جاؤ اور جب وہ اپنا سر اٹھائے اور تکبیر کہے تو تم بھی اپنے سر اٹھاؤ اور تکبیر کہو۔ اللہ کے رسول نے فرمایا: یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا۔" اور جب قعدہ میں ہو تو تم سب سے پہلے یہ دعا پڑھو: اَلْحَيَاتُ لِلّٰهِ

وَالصَّوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ یہاں تک کہ تم شہد سے فارغ ہو جاؤ۔" نبی کے اس قول "جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو" کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ امام کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہے اور تکبیر سے فارغ ہو لے اور اس کی آواز بند ہو جائے تو اس کے بعد تم تکبیر کہو۔ لوگ اس سلسلہ میں بڑی غلطیاں کرتے ہیں اور نرا جہالت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ساتھ ہی نماز ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے۔ اور عوام اس کی توہین کرتے ہیں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ امام تکبیر شروع کرتا ہے اور اسکے ساتھ ہی مقتدی بھی تکبیر کہنے لگتا ہے۔ یہ غلط ہے اس وقت تک مقتدیوں کا تکبیر کہنا

جائز نہیں ہے جب تک کہ امام تکبیر نہ کہے، تکبیر سے فارغ ہو جائے اور اس کی آواز بند نہ ہو جائے اسی طرح نبیؐ نے فرمایا ہے کہ جب امام تکبیر کہے تب تکبیر کہو اور امام کی تکبیر اسی وقت ہوگی جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے، اگر وہ صرف اللہ کہہ کر خاموش ہو جائے تو اس کی تکبیر نہیں ہوگی تا آنکہ وہ اللہ اکبر کہے اور اس کے بعد عوام تکبیر کہیں عوام کا تکبیر میں امام کا ساتھ پکڑنا غلط ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے خلاف ہے اس لیے کہ جب آپ کسی سے کہتے ہیں کہ "فلاں نماز پڑھ لے پھر اس سے بات کرو" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس انتظار کرو تا آنکہ وہ نماز پڑھ لے اور اس سے فارغ ہو جائے تب اس سے بات کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ نماز پڑھتے ہوئے اس سے باتیں کرتے رہو۔ بالکل اسی طرح نبیؐ کے اس قول "جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو" کا مطلب ہے۔ امام کے اندر سمجھ بوجھ نہ ہو تو ایسا اوقات وہ تکبیر دیر تک کھینچ دیتا ہے اور اس کے ساتھ تکبیر کہنے والا تیزی سے تکبیر کہہ چکتا ہے اور امام سے پہلے ہی تکبیر سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اس طرح امام سے پہلے ہی وہ مکتبہ ہو جاتا ہے اور جو امام سے پہلے تکبیر کہہ دے اس کی نماز نہیں ہوتی ہے اس لیے کہ وہ نماز میں امام سے پہلے داخل ہو گیا ہے اور امام سے پہلے تکبیر کہی ہے تو اس کی نماز کیسے درست ہو سکتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "جب وہ تکبیر کہے اور رکوع میں جائے تو تکبیر کہو اور رکوع میں جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ امام کا انتظار کرو تا آنکہ وہ تکبیر کہے اور رکوع میں جائے اور اس کی آواز بند ہو جائے اور اس وقت تک مقتدی کھڑے

رہیں پھر اس کی پیروی کریں۔

اور نبیؐ کے قول: "جب وہ اپنا سر اٹھالے اور کہے سَمِعَ اللهُ مِنْ حِدِّهِ تَوَاطُّعُ سُرْأُطْأُؤُ  
اور کہو اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کا مطلب یہ ہے کہ امام کا انتظار کرو اور رکوع میں  
رہو تا آنکہ امام اپنا سر اٹھالے اور سَمِعَ اللهُ مِنْ حِدِّهِ کے اور اس کی آواز بند ہو جائے  
اور تم رکوع ہی میں رہو تب اسکی پیروی کرو اپنا سر اٹھاؤ اور اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔  
اور آپکے قول: "جب وہ تکبیر کے اور سجدے میں چلا جائے تو تکبیر کہو اور سجدے  
میں "چلے جاؤ" کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کھڑے رہیں یہاں تک کہ امام تکبیر کہہ کر  
سجدے میں گر جائے اور اپنی پیشانی زمین پر رکھ دے اور اس وقت تک وہ کھڑے  
رہیں تب اس کی تقلید میں وہ بھی سجدے میں جائیں۔ اسی طرح برادر بن عازبؓ  
سے مروی ہے۔ یہ سب اللہ کے رسول کے اس قول کے موافق ہے: "امام تم سے  
پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے اٹھے گا۔"

اور نبیؐ کے قول: "جب وہ اپنا سر اٹھالے اور تکبیر کہے تو اپنے سر اٹھاؤ اور  
تکبیر کہو" کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی سجدے میں پڑے رہیں تا آنکہ امام اپنا  
سر اٹھائے۔ تکبیر کے اور اس کی آواز بند ہو جائے اور اسی وقت تک یہ سجدہ میں  
رہے تب یہ اس کی پیروی کریں اور اپنے سر اٹھائیں۔

اور نبیؐ کے قول: "یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا" کا مطلب یہ ہے کہ تم  
امام کا انتظار کرتے رہو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہہ دے اور ہاتھ اٹھالے اور تم کھڑے  
رہو تب اس کی پیروی کرو اور رکوع میں اس کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ اپنا سر

اٹھالے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ دے اور اس وقت تک تم رکوع ہی میں رہو تو جب وہ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہہ دے اور اس کی آواز بند ہو جائے تب تم اس کی تقلید کرو، اپنے سروں کو اور اُٹھاؤ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو آپ کا یہ قول ”یہ ایک دوسرے کے بعد ہوگا“ ہر رفع اور خفض کے بارے میں ہے۔ یہ ہے مکمل نماز تو اسے سمجھئے، دیکھئے اور اپنی نمازوں کو درست کیجئے۔

یاد رکھیے! آجکل اکثر لوگوں کی نماز رکوع و سجد اور قیام و قعود میں امام پر سبق کرنے کی وجہ سے نہیں ہوتی۔ حدیث میں آتا ہے: ”لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا وہ نماز پڑھیں گے پھر بھی نہ پڑھنے کے برابر ہوگی“ مجھے اندیشہ ہے کہ شاید وہ زمانہ یہی ہے۔ اگر میں سو مسجدوں میں نماز پڑھوں تو ایک مسجد کے نمازیوں کو بھی اسی طرح نماز پڑھتے نہیں دیکھ سکتا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے منقول ہے اللہ سے تقویٰ کیجئے اور اپنی نمازیں اور اپنے ساتھ دوسرے پڑھنے والوں کی نمازیں غور سے دیکھئے۔

یاد رکھیے! کہ اگر کوئی شخص بہتر طریقے سے نماز پڑھتا ہے اس کی تکمیل کرتا اور اس کی شرائط پوری کرتا ہے پھر کسی ایسے شخص پر اس کی نظر پڑ جائے جو اپنی نماز خراب کر رہا ہے، برباد کر رہا ہے اور امام سے سبقت لے جا رہا ہے اور اس پر خاموش رہتا ہے اس کی نماز کی خرابی اور امام سے سبقت لے جانے پر نہیں ٹوکتا اور اس کو نصیحت نہیں کرتا ہے تو وہ اس کے گناہ میں برابر کا شریک ہے۔ اگر بہتر طریقے سے نماز پڑھنے والا نماز خراب کرنے والے کو نہیں روکتا ہے اور

اسے نصیحت نہیں کرتا ہے تو اس کا شریک ہے۔ بلال بن سعد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: غلطی اگر چھپی رہے تو وہ اس کے ارتکاب کرنے والے ہی کو نقصان پہنچاتی ہے لیکن اگر وہ عام ہو جائے اور اسے تبدیل نہ کیا جائے تو عوام کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتے ہیں اور غلطی کرنے والے کے خلاف اظہار کراہیت کا جو فریضہ ان پر عائد ہوتا ہے اس سے پہلو تہی کر جاتے ہیں اللہ کے رسول فرماتے ہیں: ہلاکت ہے عالم کے لیے کہ وہ جاہل کو تعلیم نہیں دیتا۔ اگر عالم کے اوپر جاہل کو تعلیم دینا واجب اور فرض نہ ہوتا، محض یہ نفلی کام ہوتا تو خاموشی اختیار کرنے پر ہلاکت اور بربادی سے اسے دوچار نہ ہونا پڑتا اور اللہ تعالیٰ نفل کو چھوڑنے پر مواخذہ نہیں کرتا ہے بلکہ ترک فرائض پر وہ گرفت کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جاہل کو تعلیم دینا فرض ہے اس لیے اس سے خاموشی اختیار کرنے اور اسے نظر انداز کرنے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے تقویٰ کیجئے اور جاہل کو تعلیم دینے میں اللہ سے ڈریئے۔ اس لیے کہ اسے تعلیم دینا فرض ہے واجب اور لازم ہے اور اسے چھوڑ دینے والا گناہگار اور غلط کار ہے اور اپنی مسجد کے نمازی کو نماز درست کرنے اور اسے مکمل کرنے کا حکم دیجئے امام کی تکبیر ان کی تکبیر کے بعد ہو، ان کا رکوع و سجود، قیام و قعود سب امام کے بعد ہو۔

اور یاد رکھئے کہ اس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے اور یہ لوگوں پر لازم ہے

واجب ہے، اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ سے منقول ہے  
 حیرت کا مقام ہے۔ ایک شخص اپنے گھر میں آرام کرتا ہے لیکن اذان کی آواز  
 سن کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ نماز کی تیاری کرتا ہے اور پھر صرف نماز کی خاطر گھر سے  
 نکل پڑتا ہے۔ بسا اوقات رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں نکلتا ہے۔ مٹی اور کچھڑیوں  
 لٹ پٹ ہو جاتا ہے۔ کپڑے تر ہو جاتے ہیں۔ اگر گرمی کی راتیں ہوں تو بچھوؤں  
 اور کپڑے کھوڑوں سے بھی محفوظ نہیں رہتا، ہو سکتا ہے کہ وہ کمزور اور مریض ہو  
 لیکن اس کے باوجود مسجد تک جانا نہیں چھوڑتا، محض نماز کی خاطر اس سے محبت  
 کی وجہ سے یہ ساری تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور اس کے آرام وہ گھر سے صرف  
 نماز ہی لے نکالتی ہے لیکن جب امام کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہے تو شیطان  
 اسے دھوکہ دیتا ہے، وہ رکوع و سجود و قیام و قعود میں شیطان کے دھوکے میں آکر  
 امام سے سبقت حاصل کر لیتا ہے کیوں کہ شیطان تو اس کی نماز باطل کرنا چاہتا ہے  
 اور اس کا کیا کرا یا غارت کرنا چاہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز سے  
 فراغت کے بعد مسجد سے باہر آتا ہے اور اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔

تعجب ہے کہ سارے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے والوں  
 میں سے کوئی بھی نماز سے اس وقت تک نہیں لوٹتا ہے جب تک امام نہ لوٹے اور  
 سب امام کا انتظار کرتے ہیں تا آنکہ وہ سلام پھیر دیتا ہے اور یہ سب "إلا ماشاء اللہ"  
 شیطان سے دھوکہ کھا کر نماز کی کوئی اہمیت نہ سمجھنے کی وجہ سے قیام و قعود اور  
 رکوع و سجود میں امام سے پہل کر جاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "اسلام میں

اس کا کوئی حصہ نہیں جس نے نماز ترک کی؟ جو شخص نماز کی اہانت کرتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ دراصل اسلام کی اہانت اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔ اور اسلام میں ان کا جھگڑ بس اتنا ہی ہے جتنا نماز میں ہے اور اسلام سے ان کی رغبت بس نماز سے رغبت کے بقدر ہے۔

اے اللہ کے بندے اپنی حیثیت کو پہچانیئے۔ یاد رکھیے اسلام میں آپ کا حصہ اور آپ کے نزدیک اسلام کا مقام بس وہی ہے جو نماز میں آپ کا حصہ اور نماز کی آپ کے دل میں قدر ہے خبردار ایسا نہ ہو کہ آپ اللہ سے اس حال میں ملیں کہ اسلام کا آپ کے دل میں کوئی مقام نہ ہو اس لیے کہ آپ کے دل میں اسلام کا مقام وہی ہے جو نماز کا آپ کے دل میں ہے۔ حدیث ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "نماز اسلام کا ستون ہے" کیا آپ نہیں جانتے کہ ستون منہدم ہو جائے تو

لے مجمع الزوائد میں بیہمی نے لکھا ہے حضرت عمرؓ کو جب نیزہ مارا گیا اور روئیٹے ہوئے تھے تو مسور بن محزمہ آپ کے پاس آئے اور کہا انہیں نماز کیلئے جگا دو انہوں نے کہا ہی تھا کہ عمرؓ بول پڑے: "صحیح بات ہے اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز ترک کر دے" طبرانی نے اسے الأوسط میں روایت کی ہے اسکے تمام رجال صحیح کے ہیں اسی طرح مالک نے موطا میں باب العمل فی من غلبہ الدم من جرح اور عاف میں درج کیا ہے۔

لے بیہمی نے اسے شعب الایمان میں حدیث عمرؓ سے ان الفاظ میں روایت کی ہے: "نماز دین کا مرکز ہے" اور دیلمی نے مسند الفردوس میں علیؓ سے اور ابو نعیم نے کتاب الصلوٰۃ میں عمود الدین کے الفاظ سے روایت کی ہے اور مسند احمد میں حدیث معاذ سے مروی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں دین کی بنیاد اور اس کا ستون ہے۔

خیمہ بھی نیچے آرہتا ہے اور رسیاں اور لکڑیاں بھی کام نہیں دیتیں اور جب ستون کھڑا رہے تو رسیاں اور لکڑیاں بھی کام دیتی ہیں یہی حال اسلام میں نماز کا ہے۔

اے اللہ کے بندو! عقل سے کام لیجئے اور نماز کو درست کیجئے اور اس کے سلسلے میں اللہ سے ڈریئے اور اس میں ایک دوسرے کی مدد کیجئے اور ایک دوسرے کو اس کی تعلیم دینے میں باہمی خیر خواہی ہے کام لیجئے اور غفلت و نسیان سے ہوشیار کرنے کے لیے ایک دوسرے کو یاد دلاتے رہیئے۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے آپ کو حکم دیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور نماز سب سے افضل نیکی ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: ”پہلی چیز جو تم کھو دو گے امانت ہے اور آخری چیز جو تم سے رخصت ہو جائے گی وہ نماز ہے اور کچھ لوگ نماز پڑھیں گے جنہیں اس کا کوئی حصہ نہ ملے گا۔“

حدیث میں آتا ہے ”قیامت کے دن بندے سے اس کے جس عمل کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ اس کی نماز ہوگی، اگر اس کی نماز قبول ہوگئی تو سارے اعمال قبول ہو گئے اور اگر اس کی نماز رد کردی گئی تو سارے اعمال رد کر دیئے گئے۔“

ہماری نماز ہمارے دین کا آخر ہے اور ہمارے اعمال میں کل سب سے

---

۱۰ بیہقی نے شعیب الایمان میں حدیث عمرؓ سے بعض اختلاف کیساتھ اسے روایت کیا ہے

۱۱ احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے تمیم دارمیؓ کی حدیث سے روایت کی ہے اور ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور الفیاء نے المختارہ میں اور طبرانی نے معریث السنن سے روایت کی ہے

پہلے اس کے بارے میں سوال ہوگا اور نماز کے جانے کے بعد اسلام ہے نہ دین ہے۔  
 اگر نماز اسلام سے رخصت ہونے والی آخری چیز ہے تو اس کے بعد ہر چیز رخصت ہو  
 جائے گی۔ اس لیے اپنے دین کے آخری حصہ کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنی نماز کو  
 کھیل بنانے والے اس سے مذاق کرنے والے اور امام سے آگے بڑھ جانے والے  
 شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی اور جب اس کی نماز چلی گئی تو اس کا  
 دین بھی چلا گیا۔

اللہ آپ پر رحم کرے، نماز کی تعظیم کیجئے، اس کو دانتوں سے پکڑ لیجئے اور اس  
 میں خاص طور سے اور اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اللہ سے خوف کھائیے۔  
 جان لیجئے کہ اللہ نے قرآن کریم میں نماز کی بڑی اہمیت بتائی ہے اور اس کی اور  
 اس کو ادا کرنے والوں کی نہایت اکرام تعظیم کی ہے۔ اور قرآن کے بیشتر مقامات پر  
 تمام اطاعتوں اور عبادات میں اس کا خصوصی ذکر کیا ہے اور اس کی خاص طور سے  
 وصیت کی ہے۔

مثال کے پر اللہ تعالیٰ نے برہ کے اعمال گناٹے ہیں جو جنت الفردوس کو  
 واجب کر دیتے ہیں اور ان اعمال کا آغاز نماز سے کیا ہے اور نماز ہی پر انہیں ختم  
 بھی کیا ہے اور ان اعمال کو نماز کا دو بار ذکر کر کے اس سے گھیر دیا ہے۔ وہ کہتا ہے:  
 قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾  
 یقیناً فلاح پائی ایمان والوں نے جو اپنی

لہ بڑا ایک ایسا لفظ ہے جو ہر خیر کا جامع ہے۔

الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

دیکھئے یہاں مومن کی مدح و توصیف کا آغاز نماز سے کیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ

ان کے پاکیزہ صفات گناتا ہے اور آخر میں کہتا ہے:

وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رِعُونَ ﴿٨﴾ (اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا

پاس رکھتے ہیں اور اپنی نمازوں کی محافظت

کرتے ہیں یہی لوگ وہ وارث میں جو میراث

میں فردوس پائیں گے اور اس میں ہمیشہ

سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ رہیں گے)

اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ اعمال کے تئیں جنت کو واجب قرار دیا ہے اور

نماز کا دو بار ذکر کر کے ان اعمال کو اس سے محصور کر دیا ہے۔ ایک دوسرے مقام

پر اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کی مذمت کرتا ہے اور کمینگی، ذلت، نجات، خون کنجوسی

وغیرہ بری صفات کو ان کی طرف منسوب کرتا ہے لیکن نمازیوں کو ان سے مستثنیٰ کر

دیتا ہے،

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ

الْشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ

مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾

وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ

د انسان تمہر دلا پیدا کیا گیا ہے جب

اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے

اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے

تو بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ لوگ (اس

عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز

﴿٢٤﴾ لِّلْسَائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾

پڑھنے والے ہیں جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے)

سُورَةُ الْمَعْلَاقِ

پھر ان کے بلند اور پاکیزہ صفات گنتے اور آخر میں نماز کی محافظت کا ذکر کر کے ان کی مدح و ثنا پر مہر لگا دی :

﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٢٥﴾  
اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے بانگوں میں گئے

سُورَةُ الْمَعْلَاقِ

ان بلند اوصاف کے حاملین کے لئے جنت واجب کر دی، ان اعمال کا ذکر نماز کے کیا اور ختم بھی نماز ہی پر کیا۔ چنانچہ ان اعمال کو نماز کا دو بار ذکر کر کے محصور کر دیا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اطاعتوں کا حکم دیتا ہے اور نماز کا خصوصی ذکر کرتا ہے۔ جبکہ نماز من جملہ طاعت کے ہے

﴿٢٥﴾ أَتْلُ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ ﴿١٥﴾

(اے نبی، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو)

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ

یہاں تلاوت کتاب میں تمام اطاعتیں اور تمام برائیوں سے بچنا شامل ہیں، لیکن نماز کا خصوصی ذکر کیا اور فرمایا :

﴿١٥﴾ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ

تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ  
بُرے کاموں سے روکتی ہے (

اور نماز کی خاص طور پر اللہ نے تلقین کی ہے :

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا  
(اپنے اہل و عیال کو نماز کی تلقین کرو

لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ (۱۳۲)  
اور خود بھی اس کے پابند رہو ہم تم سے

کوئی رزق نہیں چاہتے۔ رزق تو ہم ہی

تمہیں دے رہے ہیں)

یہاں اللہ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور

اس پر جم جاؤ۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو عبادات اور

اطاعتوں میں صبر سے مدد لینے کا حکم دیا ہے۔ پھر تمام عبادات میں نماز کا خصوصی

ذکر کیا ہے اور اسے صبر کے ساتھ ملا دیا۔

يَتَأْتِيهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ  
(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور

وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۱۵۳﴾  
نماز سے مدد لو اللہ صبر کرنے والوں

کے ساتھ ہے) سُورَةُ الْبَقَرَةِ

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تمام عبادات کے سلسلہ میں صبر اور

نماز سے مدد لینے کا حکم دیا۔ اور نماز کا خاص طور سے ذکر کیا:

وَأَسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ  
صبر اور نماز سے مدد لو، بیشک نماز ایک

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿۱۵﴾  
سخت مشکل کام ہے سوائے فرماں بردار

بندوں کے لیے) سُورَةُ الْبَقَرَةِ

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ابراہیمؑ کو لوط، اسحاق، اور یعقوب علیہم السلام کو نماز کی وصیت کی تھی۔ چنانچہ اس نے ابراہیمؑ، لوط، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ  
وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ﴿٧٣﴾ سُورَةُ الْاِنْتِشَارِ  
یہاں تمام بھلائیوں کا ذکر کیا جن میں معصیتوں سے اجتناب اور اطاعتوں کی انجام دہی شامل ہے اور نماز کا خصوصی ذکر کیا اور انھیں اس کی وصیت کی۔ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں فرمایا:

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ  
وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾  
وہ اپنے گھروالوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا اور اپنے رب کے نزدیک ایک  
سُورَةُ قُرَيْشٍ  
پسندیدہ انسان تھا)

یہاں دیکھئے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ سے اپنی گفتگو کرتے ہوئے

إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي (میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی خدا  
وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴿١٤﴾  
نہیں ہے۔ پس تو میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر)  
(طہ: ۱۴)

یہاں فاعبُدنی میں خیرات کا حکم اور معصیت سے اجتناب کا حکم سمیٹ دیا پھر نماز کا الگ سے ذکر کیا اور اس کا خصوصی حکم دیا۔ دوسرے مقام پر کہتا ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا  
 الصَّلَاةَ (اعراف: ۱۷۰) جنہوں نے نماز قائم کر رکھی ہے (جو لوگ کتاب کی پابندی کرتے ہیں اور

یہاں تم تک بالکتاب میں تمام ادا کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب شامل ہے  
 پھر خصوصی طور پر نماز کا ذکر کیا اور جن لوگوں پر اللہ نے عذاب واجب کر رکھا ہے  
 ان کی طرف سے معاصی سے پہلے نماز کے ضیاع کو منسوب کیا۔ فرمایا:

(پھر ان کے بعد وہ ناخلف لوگ ان کے  
 جانثیں ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع  
 کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کی پس  
 قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ  
 وَاتَّبَعُوا الشَّهْوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا  
 مریم: ۵۹)

(دو چار ہوں)

یہاں شہوات کی اتباع میں تمام معاصی کا ارتکاب شامل ہے۔ لیکن اللہ نے  
 نماز کے ضیاع میں تمام شہوات کو سمیٹ دیا۔

یہ تو اللہ نے آیات قرآنی سے نماز کی تعظیم، تمام اعمال پر اس کو مقدم رکھنے  
 اور تمام اطاعتوں میں اس کا خصوصی ذکر کرنے اور نیکی کے تمام اعمال سے پہلے اس  
 کی وصیت کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ نماز کا معاملہ بڑا اہم ہے اور یہ بڑی اہمیت رکھتی ہے۔  
 نماز ہی وہ فریضہ ہے جس کا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر عمل اور ہر فرض سے پہلے نبوت

کے ذریعہ حکم دیا ہے اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت نبیؐ نے اس کی وصیت کی ہے آپ نے فرمایا: خبردار رہو نماز کے معاملہ میں اور اپنے غلاموں کے معاملے میں۔“  
 دوسری حدیث ہے کہ ”یہ نماز“ ہر نبی کی اپنی امت کو آخری وصیت رہی ہے اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ ان کو آخری تلقین اسی کی کرتا ہے۔“ ایک دوسری حدیث میں آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؐ جان کنی کے عالم میں تھے اور کہتے جاتے تھے کہ نماز نماز نماز! لہ

نماز وہ اولین فریضہ ہے جسے ان پر فرض کیا گیا اور سب سے آخر میں اس کی وصیت کی گئی۔ یہ اسلام سے رخصت ہونے والا آخری عمل ہے اور قیامت کے دن بندے سے پوچھا جانے والا سب سے پہلا عمل۔ یہ اسلام کا ستون ہے۔ اس کے بعد اسلام باقی رہتا ہے نہ دین۔ خدا کے لیے اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نمازوں میں خاص طور سے تقویٰ کیجئے، اے مضبوطی سے تھام لیجئے۔ اسے ضائع ہونے سے بچائیے اس کا مذاق اڑانے سے دریغ کیجئے اور اس میں امام سے آگے بڑھنے سے کنارہ کش رہیے اور شیطان کے دھوکے میں نہ آئیے کہ آپ کو نماز سے باہر کر دے کہ یہ آپ کے

---

لہ اے نسائی اور ابن حبان نے حدیث انسؓ سے اور احمد ابن ماجہ نے حدیث ام سلمہؓ سے روایت کی ہے۔

لہ ابن حریر نے اس کی تخریج حدیث ام سلمہ سے کی ہے۔

دین کا آخری حصہ ہے اور جس کے دین کا آخری حصہ چلا گیا اس کا پورا دین چلا گیا۔  
 نوپنے دین کے آخری حصہ کو مضبوطی سے تھام لیجئے۔

اے اللہ کے بندے، امام سے کہئے کہ وہ اپنی نماز ٹھیک کرے اور اس پر  
 قابو حاصل کرے تاکہ لوگوں کو بھی قابو رہے۔ میں نے ایک دن نماز پڑھی تو رکوع  
 اور سجدے میں تین بار تسبیح نہ پڑھ سکا، اور یہ محض امام کی جلد بازی کی وجہ سے ہوا،  
 نہ اسے خود قابو رہا نہ دوسروں کو قابو پانے کا موقع دیا اور جلدی کر دی۔ تو اسے بتا دیجئے  
 کہ امام جب نماز ٹھیک سے پڑھتا ہے تو اسے اپنی نماز کا اجر ملتا ہے اور ان لوگوں  
 کی نمازوں کا بھی جو اس کے پیچھے پڑھتے ہیں اور جب نماز خراب کر دیتا ہے تو اپنی  
 نماز کا گناہ اُس کے سر جاتا ہے اور ان لوگوں کی نمازوں کے گناہ بھی جو اس کے  
 پیچھے پڑھتے ہیں۔

حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ: "مکمل تسبیح سات ہے، درمیانی پانچ ہے اور سب سے  
 کم تین تسبیحیں ہیں اور امام کو رکوع میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھنا چاہیے  
 اور سجدے میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ پڑھنا چاہیے جب اسے رکوع و سجود  
 میں تین تین بار تسبیح پڑھنی ہے تو اسے چاہیے کہ تسبیح خوانی میں جلدی نہ کرے بلکہ  
 ٹھہر ٹھہر کر پورے الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ اور پوری طرح قابو میں رکھ کر تسبیح پڑھے  
 اس لئے کہ اگر وہ تسبیح جلدی سے پڑھ لے گا اور سبقت کر جائے گا تو اس کے پیچھے نماز  
 پڑھنے والے تسبیح مکمل نہ کر سکیں گے اور وہ بھی تقلید کرنے لگیں گے۔ اور امام پر  
 سبقت کرنے کی کوشش کریں گے اور ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور ان سب کا

و بال اس کے سر پر پڑے گا اور اگر امام جلدی نہیں مچائے گا اور اسے اپنی نماز پر قابو ہو گا  
اپنی نماز اور تسبیحات مکمل طور سے ادا کرے گا تو مقتدی بھی نماز مکمل طور سے  
پاسکیں گے اور وہ جلدی نہیں مچائیں گے اور امام کو ان سب کا ثواب ملے گا اور  
وہ اپنی ذمہ داری بطریق احسن پوری کرے گا اور اس پر کوئی گناہ بھی نہیں آئے گا۔

اور امام سے کہئے کہ جب رکوع سے اپنا سر اٹھائے اور سَمِعَ اللّٰهُ مِن جَمَدَانَکَ  
تو وہ سیدھا کھڑا رہے تاکہ وہ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے اور سیدھا کھڑا ہو۔ اپنے اس پڑھنے  
اور تحركات میں کسی جلد بازی سے کام نہ لے۔ اگر وہ اس سے آگے کچھ اور پڑھے  
تو اچھا ہے اگر وہ کے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَوَاتِ وَمَلَأَ الْأَرْضِ تو زیادہ محبوب ہے  
اس لئے کہ نبی سے منقول ہے کہ ”آپ اپنا سر اٹھاتے اور پڑھتے :

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ مَلَأَ السَّمَوَاتِ وَمَلَأَ الْأَرْضِ وَمَلَأَ مَا بَيْنَهُمَا وَمَلَأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّاءِ وَالْمَجْدُ أَحَقُّ  
مَا فَالِ الْعَبْدِ وَكُلْنَا لَكَ عَبْدًا مَا نَعَى لِمَا أُعْطِيَ وَلَا مَعْطَى لَكَ مَنَعْتُ وَلَا يَنْتَفِعُ ذَا الْجَدِيَّتِكَ الْجَدِيَّةُ

آج لوگوں کی رغبت اتنی لمبی دعا پڑھنے کی ہرگز نہیں رہی۔ انسؓ کہتے ہیں کہ  
”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو کھڑے ہو  
جاتے، یہاں تک کہ کہا جاتا کہ آپ بھول چکے ہیں“ ۱۵

آج لوگوں کے درمیان اس کی خواہش جاتی رہی۔ لیکن امام کو چاہیے کہ جب وہ

---

۱۵ اس کی تخریج مسلم اور نسائی نے حدیث انسؓ سے کی ہے اور جَدُّ کے معنی یافت اور

قسمت کے ہیں۔  
۱۶ متفق علیہ۔

رکوع سے اپنا سر اٹھائے تو جلدی نہ کرے اور رَبَّالْعَالَمِیْنَ کہہ کر جلدی نہ چمائے  
 بلکہ یہ حمد مکمل کر لے اور کسی قسم کی عجلت اور مسابقت کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ ٹھہر ٹھہر  
 کر اور قابو کے ساتھ نماز پڑھے تاکہ لوگ اس کا ساتھ پاسکیں اور جب وہ سجدے میں  
 جائے اور سجدے سے اپنا سر اٹھائے تو سکون کے ساتھ بیٹھ جائے اور دونوں سجدوں  
 کے بیچ میں تھوڑا سا ٹھہر جائے تاکہ وہ "رب اغفویٰ بغیر کسی جلدی کے کہ سکے تاکہ دوسرے  
 سجدے سے پہلے لوگ اس کا ساتھ پاسکیں۔ اور جلدی نہ کرے کہ پہلے سجدہ سے اٹھتے  
 ہی دوسرے سجدے میں گر جائے چنانچہ لوگ اس کی طرح جلدی اور سبقت کرنے  
 لگیں اور ان کی نماز خطرے میں پڑ جائے اور امام پر اس کا سارا وبال جائے۔ جب  
 لوگوں کو معلوم ہو گا کہ امام ٹھہر کر نماز پڑھ رہا ہے تو وہ بھی ٹھہر کر پڑھیں گے اور جلدی  
 نہ کریں گے حدیث میں آتا ہے کہ ہر نمازی ننگراں ہے اور اپنی رعیت کے بائے  
 میں جوابدہ ہے! لہٰذا کہا جاتا ہے کہ امام اُن لوگوں کا ننگراں ہے جنہیں وہ نماز پڑھاتا  
 ہے اس لیے امام کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں  
 سے خیر خواہی کرے۔ انھیں رکوع و سجدہ میں سبقت کرنے سے روکے اور یہ کہ  
 وہ امام کے ساتھ رکوع کریں نہ سجدہ بلکہ انھیں اس بات کی تلقین کرے کہ ان کا  
 رکوع و سجدہ قیام و قعود اس کے بعد ہو اور یہ کہ ان کی بہترین تعلیم و تربیت کرے

لہٰذا طبرانی نے الاوسط میں اس مفہوم کی حدیث اور خطیب نے ابن عمرؓ کی  
 حدیث سے اس کی تخریج کی ہے۔

کیوں کہ وہ ان کانگراں ہے اور ان کے بارے میں اس سے سوال کیا جائے گا اور امام کے اوپر کتنی بڑی ذمہ داری یہ آتی ہے کہ وہ خود اپنی نماز ٹھیک کرے اور اسے درست رکھے۔ اور اس کی سخت نگرانی کرے کیوں کہ اگر وہ ٹھیک سے نماز پڑھائے گا تو مقتدیوں کی نمازوں کا ثواب بھی اسے ملے گا اور اگر کوتاہی کرے گا تو مقتدیوں کی نمازوں کا وبال اس کے سر جائے گا۔

اور مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ نیک اور بہتر لوگوں کو آگے بڑھائیں اور اپنے میں اہل علم و فضل کو امام بنائیں جو اللہ سے ڈرتے ہوں اور ہمہ وقت اس کا استحضار رکھتے ہوں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی قوم کی امامت ایسا شخص کرے جس سے افضل اس قوم میں موجود ہوں تو وہ قوم ہمیشہ پستی میں رہے گی۔ دوسری حدیث میں ہے: "اپنے دین کی باگ دوڑ اپنے فقہاء اور اپنے ائمہ اور قرآء کے ہاتھوں میں دو، یہاں فقہاء و قرآء سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دین کا علم رکھتے"

---

۱۰ عقیلی نے الضعفاء میں حدیث ابن عمر رضی سے اس کی تخریج کی ہے اور طبرانی نے الاوسط میں اس کی روایت کی ہے اور اس میں یثیم بن عقاب از دی غیر معروف ہیں اور یثیمی کہتے ہیں: ابن جان نے انہیں ثقیں میں ذکر کیا ہے۔

۱۱ دارقطنی نے اس کی روایت حدیث ابن عباس رضی سے کی ہے اور شیخ الاسلام نے الفتاویٰ میں کہا ہے کہ، اس اسناد میں کلام ہے اور اس اسناد میں سلام بن سلیمان ہیں۔ عقیلی کہتے ہیں ان کی احادیث میں منکر حدیثیں بھی ہیں۔

ہیں۔ اس سے خوف کھاتے ہیں۔ اپنی نمازوں کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نمازوں کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ اور نماز میں کوئی کوتاہی ہو جانے کی وجہ سے جو گناہ آتا ہے اور مقتدیوں کے جو گناہ اس کے سر آتے ہیں ان سب سے وہ ڈرتے ہیں۔ یہاں قرآن سے مراد وہ لوگ نہیں ہیں جو بس قرآن حفظ کر لیں اس لئے کہ ایسے حافظ قرآن بھی ہیں جو قرآن پر عمل نہیں کرتے، نہ اپنے دین کا کوئی خیال رکھتے ہیں نہ قرآن کی حدود کو قائم کرتے ہیں اور نہ ان فرائض کی پاسداری کرتے ہیں جو اللہ نے ان پر عائد کی ہیں۔ حدیث میں آتا ہے: "اس قرآن کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں چاہے وہ قاری نہ ہوں"۔

پس لوگوں کی قیادت اور امامت کے لئے ایسا شخص موزوں و۔

مناسب ہے جو ان میں سب سے زیادہ دین سے واقف اور خدا سے خائف ہو۔ یہ لوگوں کی ذمہ داری اور ان کا فریضہ ہے اسی سے ان کی نمازیں سدھر سکتی ہیں اور اگر وہ اس پر عمل نہیں کریں گے تو ہمیشہ پستی اور ادبار اور اپنے دین کے معاملہ میں پیچھے اور خدا کی خوشنودی اور اس کی جنت سے دور رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ رحم کرے گا ان لوگوں پر جو اپنی نمازوں کا خیال رکھیں گے اور اپنے دین کا اہتمام کریں گے اپنے میں سے بہتر شخص کو آگے بڑھائیں گے اور اس معاملہ میں اپنے نبی کی سنت پر عمل کریں گے اور اس سے ان کا مقصد قربت الہی ہوگا۔ اور اے اللہ کے بندے! اپنے امام سے کہیے کہ نماز کے لیے کھڑا ہوتے ہی

تکبیر نہ کہہ دے۔ یہاں تک کہ وہ دائیں دائیں بائیں دیکھ لے اگر صف ٹیڑھی ہو اور کندھے ملے ہوئے نہ ہوں تو انہیں تلقین کرے کہ وہ اپنی صفوں کو درست کر لیں اور کندھے سے کندھا ملا لیں۔ اگر دو آدمیوں کے بیچ میں خلا ہو تو انہیں حکم دے کہ ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں یہاں تک کہ ایک دوسرے کے کندھے ملنے لگیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ صفوں کا ٹیڑھ پن اور کندھوں کا ایک دوسرے سے نہ ملنا نماز میں نقص پیدا کرتا ہے اور دو آدمیوں کے بیچ کا خلا نماز کو خراب کر دیتا ہے تو اس سے بچئے۔ نبی کا حکم ہے آپ نے فرمایا: "صفوں کو برابر رکھو۔ کندھوں کو ملائے رکھو اور خلا کو پر کر لو۔ تمہارے بیچ میں شیطان کے بچے کھڑے نہ ہونے پائیں!"<sup>۱</sup> حدیث میں آتا ہے کہ نبی جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں دیکھ لیتے، لوگوں کو اپنے کندھے سیدھا کرنے کا حکم دیتے اور کہتے کہ: "دور نہ رہو کہ تمہارے دل دور نہ ہو جائیں!" آپ کے بارے میں آتا ہے کہ ایک

---

۱۔ اس کی روایت احمد نے سند میں ابو امامہ سے کی ہے۔ منذری ترغیب میں کہتے ہیں اس اسناد میں کوئی حرج نہیں ہے اور بخاری نے حدیث انسؓ سے اس جیسی روایت تسویۃ الصفوف کے باب میں کی ہے اور ابو داؤد نے بھی اسکی روایت کی ہے اس طرح نسائی ابن خزیمہ اور ابن جان نے بھی۔  
۲۔ اس کی روایت ابو داؤد نے ابو القاسم الجدلی کے واسطے سے کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے نعمان بن بشیرؓ کو کہتے سنا کہ اللہ کے رسول نے لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کیا اور فرمایا: "صفوں کو سیدھی کر لو!" (حدیث)

دن نماز سے پہلے آپ نے ادھر ادھر دیکھا تو ایک آدمی کا سینہ صف سے نکلا ہوا تھا، آپ نے فرمایا اپنے کندھوں کو برابر کر لو ورنہ اللہ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے دور کر دے گا۔<sup>۱۱</sup> معلوم ہوا کہ صفوں کو برابر کرنا اور افراد کا ایک دوسرے سے قریب ہونا نماز کی تکمیل کے لیے ضروری ہے اور اسے چھوڑنے سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے حضرت عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ امام کی جگہ کھڑے ہوتے پھر اس وقت تک تکبیر نہ کہتے جب تک ایک آدمی آپ کے پاس نہ آ جاتا جسے انھوں نے صفوں کو سیدھی کرنے کا ذمہ دار بنایا ہوتا۔ وہ آپ کو آ کر بتاتا کہ لوگ سیدھے ہو چکے ہیں تب آپ تکبیر کہتے<sup>۱۲</sup> عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں بھی اسی طرح کا فعل منقول ہے اور روایت کی جاتی ہے کہ بلالؓ صفوں کو درست کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے کوچوں کو درہ سے مارتے کہ وہ برابر ہو جائیں۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اقامت کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے حضرت بلالؓ کا یہ عمل رہا ہو اس لیے کہ بلالؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نبیؐ کی وفات کے بعد آپ نے صرف ایک دن اذان کہی۔ جب

---

۱۱ اس کی روایت مسلم، بخاری اور ابوداؤد نے حدیث نعمان بن بشیرؓ سے

کی ہے۔

۱۲ دیکھئے تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۳۔

شام سے واپسی کا آپ نے ارادہ کیا تھا؛ اس کے بعد لوگوں نے بلالؓ کی آواز نہیں سنی۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ اور صحابہ رسولؐ نے اُن سے درخواست کی کہ اذان دیں۔ آپؐ نے اذان دی۔ جب اہل مدینہ نے بلالؓ کی آواز سنی تو ایک طویل وقفہ کے بعد انھیں نبیؐ یاد آگئے، اس سے ان کے دلوں میں نبیؐ کا حکم اور عوام کا ان کی اذان سننے کا اشتیاق تازہ ہو گیا یہاں تک کہ کسی نے نبیؐ کے دید شوق میں کہہ دیا کہ نبیؐ پھر مبعوث ہو گئے ہیں۔ جب بلالؓ نے اپنی اذان اور آواز کے ذریعہ انہیں بھڑکا دیا تو وہ بلالؓ کے پاس جمع ہو گئے اور روپڑے اور نبیؐ کے لیے ان کی چچنیں بندھ گئیں یہاں تک کہ نوجوان لڑکیاں نبیؐ کی دید شوق میں گھروں سے نکل آئیں جب انہوں نے بلالؓ کی اذان اور آواز سنی اور نبیؐ یاد آگئے اور جب حضرت بلالؓ نے اَن مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کہا تو بلالؓ ٹھہر گئے، آواز پر قابو نہ رہا، بعض کی روایت ہے کہ نبیؐ کی محبت اور شوق میں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے بلالؓ پر اور انصار و مہاجرین پر اور ہمیں اور آپ کو اُن کی حُسنِ اتباع کی توفیق دے۔

۱۰ یہ سلسلہ کو پیش آیا تھا۔ تاریخ طبری (ج ۴ ص ۲۰۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ شام میں ذی الحجہ کے مہینہ میں حضرت عمرؓ کے خطبہ کے بعد آپ نے اذان دی جبکہ وہ مدینہ کی طرف کوچ کا عزم کر چکے تھے اور ابن ایشر نے اسد الغابۃ میں بلالؓ کی سوانح میں لکھا ہے کہ انہوں نے ابو بکرؓ کی زندگی میں اذان دی تھی اور ابن سعد (ج ۲ ص ۱۶۹) نے اسکی تصحیح کی ہے کہ بلال نے ابو بکرؓ کے دور میں اذان نہیں دی۔

اے مسلمانو، اللہ سے ڈرو، اپنی نمازوں کو درست کرو اور اس میں نبیؐ اور آپ کے صحابہ کی سنت سے چٹے رہو یہی تمہاری ذمہ داری ہے جس نے ان کی پیروی کی اللہ نے ان سے اپنی خوشنودی اور جنت کا وعدہ کیا ہے :

(وہ مہاجر و انصار جنہوں نے سب سے

پہلے دعوتِ ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی، نیز وہ جو بعد میں راست باز

کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ اللہ ان

سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی

ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے

باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے

نہری بہتی ہوں گی اور وہ ان میں

ہمیشہ رہیں گے۔ یہی عظیم الشان کامیابی

وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ

مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ

اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ

اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ

لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾

(توبہ: ۱۰۰) ہے )

مہاجرین اور انصار کی اتباع قیامت تک کے لیے تمام انسانوں پر واجب ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ”آپ دو بار سکوت فرماتے ایک

نماز شروع کرتے وقت دوسری بار جب نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں“ اور نبی اکرمؐ

اس کی روایت ابو داؤد اور ترمذی نے حدیث حسن بواسطہ سمرہ کی ہے۔

جب قرأت سے فارغ ہو جاتے تو رکوع میں جانے سے پہلے خاموش ہو جاتے یہاں تک کہ آپ سانس لینے لگتے اور اکثر امام اس کے برعکس کرتے ہیں۔  
 اے اللہ کے بندے، آپ امام کو تلقین کریں کہ جب وہ قرأت سے فارغ ہو تو سیدھا کھڑا رہے یہاں تک کہ رکوع سے پہلے اس کی سانس واپس آ جائے اور اپنی قرأت کو رکوع کی تکبیر سے ہرگز نہ ملائے۔

ایک عادت ہے جس پر اکثر لوگ، اَلَا مَا شَاءَ اللّٰهُ عمل پیرا ہیں اور بغیر کسی بیماری کے نوجوان، طاقتور اور مضبوط جسم والے افراد بھی اس کا شکار ہیں وہ یہ کہ قیام سے سجدہ کے لیے جاتے وقت گھٹنوں سے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ دیتے ہیں اور جب سجدے سے اُٹھتے ہیں یا تشهد سے فارغ ہونے کے بعد تو ہاتھوں سے پہلے اپنے گھٹنوں کو اٹھالیتے ہیں یہ غلطی ہے اور فقہاء کے مسلک کے خلاف ہے۔ مناسب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب قیام سے سجدے میں جائے تو پہلے اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے اس کے بعد اپنے ہاتھوں کو اور پھر اپنی پیشانی کو اور جب اُٹھے تو اپنا سر اٹھائے پھر اپنے ہاتھوں کو اور پھر اپنے گھٹنوں کو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح پر منقول ہے لہ

اس چیز کا لوگوں کو حکم دو اور جسے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پاؤں سے روک دو اور بتادو کہ جب اٹھنا ہو تو اپنے قدموں کے آگے حصّے کے بل پر کھڑے ہو اور اپنے کسی پاؤں کو آگے نہ بڑھائے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ عبداللہ بن عباس

۱۵ اصحاب کسب نے اسے دائل بن حجر کی حدیث سے روایت کی ہے۔

اور دوسرے لوگوں سے مردی ہے کہ اٹھتے وقت اپنے کسی پیر کو آگے بڑھا دینا نماز میں نقص پیدا کرتا ہے۔

نمازی کے لیٹے مستحب یہ ہے کہ اس کی نگاہ سجدے کی جگہ پر ہو اور آسمان کی طرف اپنی نگاہ نہ اٹھائے نہ ادھر ادھر متوجہ ہو اس لئے کہ یہ التفات مکروہ ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور جب سجدے میں جائے تو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو سجدے کی حالت میں اپنے دونوں کانوں کے برابر رکھے اور انہیں سے ایک دوسرے سے ملائے رکھے۔ اور قبلہ رو رکھے اور اپنی کہنیوں اور بازوؤں کو ظاہر کرے۔ انہیں اپنے پہلوؤں سے چٹائے نہ رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ سجدے میں ہوتے تو آپ کے دونوں ہاتھوں کے بیچ سے اگر بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر جاتا اور ایسا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ آپ اپنی کہنیوں اور بغل کو کافی اٹھائے رکھتے تھے۔ اصحاب رسول سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول سجدے میں ہوتے تو اپنی دونوں بغلوں کو دور رکھتے ﷺ اللہ ہم پر اور آپ پر رحم کرے، ٹھیک سے سجدے کیجئے

۱۷ ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے مسلم اور ابوداؤد نے اس کی روایت کی ہے۔

۱۸ مسلم نے اس کی روایت عبد اللہ بن یحییٰ کی حدیث سے اور ابوداؤد نے حسن بصری کی

حدیث سے روایت کی ہے حسن بصری کہتے ہیں احمد بن حنبل نے بتایا۔ المنذری (۱: ۴۲۶)

کہتے ہیں کہا جاتا ہے: حسن کے علاوہ کسی نے ان سے روایت نہیں کی ہے۔ اور احمد نے

اس حدیث کے سوانہی کی کوئی حدیث نہیں روایت کی ہے۔

اور کسی چیز کو ضائع نہ کیجئے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے: "بندہ سات اعضاء کے سہارے سجدہ کرتا ہے"۔ اگر اس میں کوئی عضو رہ گیا تو اسے برابر لعنت کرتا رہے گا۔ اسے چاہیے کہ جب وہ رکوع میں جائے تو اپنی ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو منتشر رکھے۔ اور اپنے بازوؤں اور کٹائیوں کا سہارا لے، پیٹھ سیدھی رکھے اور سر کو اٹھائے نہ بالکل ہی پست رکھے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ "جب آپ رکوع میں ہوتے تو آپ کی پیٹھ پر اگر ایک پیالہ پانی رکھ دیا جاتا تو وہ اپنی جگہ سے نہ ہلتا یہ ایسا اس وجہ سے ہوتا تھا کہ آپ کی پیٹھ بالکل سیدھی ہوتی اور آپ بہت زیادہ جھک جاتے تھے۔"

اپنی نمازوں کو بہتر بنائیے، پوری طرح رکوع و سجدہ کا اہتمام کیجئے اور ان کے حدود کا خیال رکھئے۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ "جب بندہ نماز پڑھتا ہے اور اچھی طرح اسے ادا کرتا ہے تو وہ نماز اوپر بلند ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ روشنی ہوتی ہے۔ جب وہ آسمان کے دروازوں تک پہنچتی ہے تو آسمان کے

---

۱۷ بخاری اور ابوداؤد نے ابن عباس کی حدیث سے اس کی روایت کی ہے اور اس میں "علی سبعة آراب کے الفاظ ہیں۔"

۱۸ ہمیشگی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ عبد اللہ بن احمد نے کہا: میں نے اسے اپنے والد کی کتاب میں پایا بواسطہ علیؑ اور اس میں ایک آدمی ایسا ہے جو بے نام ہے اور سان بن ہارون کے بارے میں انہوں نے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ طبرانی نے اسکی روایت حدیث انس سے کی ہے اور اس میں محمد بن ثابت ہیں جو ضعیف ہیں۔

دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور وہ نمازی کی شفاعت کرتی ہے اور کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے۔ جس طرح تو نے میری حفاظت کی۔ جب نماز میں خرابی کرتا ہے۔ رکوع و سجدہ مکمل طریقے سے نہیں کرتا نہ ان کی حدود کا خیال رکھتا ہے تو وہ نماز آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے اور وہ بالکل تاریک ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے: اللہ تجھے برباد کرے جس طرح تو نے مجھے برباد کیا۔ جب وہ آسمان تک پہنچتی ہے تو اپنے سامنے آسمان کے دروازے بند پاتی ہے پھر وہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ دی جاتی ہے اور نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

اور آدمی کو چاہیے کہ جب وہ تشهد کے لیے بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو پھیلائے اور اس پر بیٹھ جائے اور اپنے دائیں قدم کو کھڑا رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو رکھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی بائیں ران پر رکھے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ رو کر لے اور اپنے دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھے اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور بقیہ کو باندھ لے اور جب سترہ رکھ کر پڑھے تو اس سے قریب ہو جائے کیونکہ یہ مستحب ہے اور کوئی آگے سے نہ گزرے کہ یہ مکروہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”جو سترہ رکھ کر نماز پڑھے

---

۱۔ مجمع الزوائد میں کہتے ہیں: اس کی روایت طبرانی نے الکبیر میں اور بزار نے اسی طرح عباده بن صامتؓ کی حدیث سے کی ہے اور منذری نے اس کا ذکر الترغیب میں حدیث نعمان بن قرة سے کیا ہے۔ طبرانی اس کے راوی ہیں۔

تو اس سے قریب ہو جائے اس لیے کہ شیطان ان دونوں کے بیچ سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لوگ اپنی نمازوں کے معاملہ میں ایک سستی یہ بھی کرتے ہیں کہ نمازی کے آگے سے گزر جائیو الے کو یوں ہی چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے کہ گزرنے والے کو دھکا دو اور اگر وہ اڑ جائے تو زور سے دھکا دو اور اگر پھراڑ جائے تو طمانچہ مار دو اس لیے کہ وہ شیطان ہے۔ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کے لیے کچھ رخصت ہوتی تو اللہ کے نبی سے طمانچہ مارنے کا حکم کیوں دیتے۔ آپ نے اتنا سخت حکم اس لیے دیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گزرنا معصیت ہے اور معصیت کو روکنا ضروری ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: "اگر تم میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ نمازی کے آگے سے گزرنے کا کتنا گناہ ہے تو وہ چالیس سال تک انتظار کرے۔" ایک دوسری حدیث ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نماز پڑھ رہے تھے تو مروان بن حکم کے بھتیجے نے ان کے آگے سے گزرنے کا ارادہ کیا۔ ابوسعید نے انہیں منع کیا تو مروان کے بھتیجے والی مدینہ مروان کے پاس پہنچے اور ان سے ابوسعید کی اس حرکت کی شکایت کی۔ اس کے بعد ابوسعید آئے اور داخل ہوئے تو مروان نے ان سے پوچھا

۱۵. بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے اس کی روایت حدیث ابوسعید خدریؓ سے کی ہے۔

۱۶. ابوداؤد نے اس کی روایت حدیث ابوسعیدؓ سے کی ہے۔

۱۷. بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کی روایت ابوجہم عبداللہ بن حمرث بن حمہ

انصاری کی حدیث سے کی ہے اور اس میں "خریفاً" کا لفظ موجود نہیں ہے۔

میرا بھتیجا کہتا ہے کہ تم نے اسے طمانچہ مارا ہے کیا یہ تمہاری طرف سے اسی سلوک کا  
 حقدار تھا؟ ابو سعید نے کہا: ہمیں اللہ کے رسول نے حکم دیا ہے کہ گزرنے والے کو  
 دھکا دے دیں اگر وہ انکار کرے تو زور سے دھکا دیں اور اگر وہ مصر ہو جائے تو  
 اسے طمانچہ مار دیں اس لئے کہ وہ شیطان ہے اور میں نے تو ایک شیطان کو طمانچہ  
 مارا ہے یہ

جب صبح کی نماز کے لیے نکلے تو مستحب یہ ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز  
 ادا کرے پھر نکلے اور ان دو رکعتوں اور نماز صبح کے درمیان ذکر و فکر میں مصروف  
 رہنا مستحب ہے اور گفتگو کرنا ظلم ہے۔ الا یہ کہ بہت ضروری گفتگو ہو جیسے جاہل اور  
 ناواقف شخص کو تعلیم دینا، اسے نصیحت کرنا، اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے  
 روکنا، کہ یہ واجب اور لازم ہے اور نفل ذکر سے زیادہ ثواب واجب کی ادائیگی میں  
 ہے اور نفل اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک واجب کی ادائیگی نہ  
 ہو جائے۔ حدیث میں آتا ہے: اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک فرض کی  
 ادائیگی نہ ہو جائے۔“

نماز کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب وہ مسجد کی طرف بڑھے تو خوف و خشیت  
 اور خشوع و خضوع کی حالت اس پر طاری ہو، سکینیت اور وقار کا پیکر ہو، جو نماز  
 مل جائے اسے پڑھ لے اور جو چھوٹ جائے اسے پوری کر لے یہی حدیث

۱۶. بخاری و مسلم وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے۔

میں آیا ہے اور یہ کہ ”آپ مسجد کی طرف بوجھل قدموں۔ چھوٹے چھوٹے قدموں کے ساتھ آگے بڑھنے کا حکم دیتے تھے۔“ اگر وہ تکبیر اولیٰ پانے کا خواہش مند ہو تو جلدی کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں بھونڈاپن نہ آئے۔ اصحاب کرام کے بارے میں آتا ہے کہ ”جب تکبیر اولیٰ فوت ہونے کا اندیشہ ہوتا اور وہ اسے پانا چاہتے تو کچھ جلدی کرتے۔“

یاد رکھیے، بندہ جب اپنے گھر سے مسجد کے ارادے سے نکلتا ہے تو وہ اس خدا کے دربار میں جاتا ہے جو زبردست ہے، یکتا ہے، غالب ہے، طاقت ور ہے، بخشش کرنے والا ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے چاہے کہیں بھی ہو، رائی کا ایک دانہ اس سے مخفی ہے نہ اس سے چھوٹا نہ بڑا، ساتوں زمین میں نہ ساتوں آسمان میں۔ نہ ساتوں سمندر میں نہ بلند و بالا پہاڑوں کی چوٹیوں پر، وہ اللہ کے گھر آتا ہے اور اللہ کا قصد کرتا ہے اور اللہ کی طرف رخ کرتا ہے اور اس کے ایسے گھر کی طرف جس کے بارے میں حکم ہے

فِي بُيُوتِ اٰذِنِ اللّٰهِ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذَكَّرَ فِيهَا  
 اَسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٢٦﴾  
 نام کی یاد کا اللہ نے اذن دیا ہے۔  
 اُن میں ایسے لوگ صبح و شام

۱۔ بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے ابوہریرہ کی حدیث سے اسی مفہوم کی روایت کی ہے۔  
 ۲۔ بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حدیث ابوہریرہ سے اس کی روایت کی ہے۔

اس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں تجارت اور  
 خرید و فروخت اللہ کی یاد اور اقامت  
 نماز اور ادائے زکوٰۃ سے غافل نہیں  
 کر دیتی وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ  
 عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ  
 الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَلْقَوْنَ

فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٢٧﴾  
 (نور: ۲۶، ۲۷) جانے کی نوبت آجائے گی)

اس لئے جب آپ گھر سے نکلیں تو غیر معمولی سنجیدگی اور ادب کا مظاہرہ کریں  
 اور دنیاوی حالات اور اس کی مشغولیتوں سے کٹ کر صرف اللہ کے لئے یکسو ہو کر نکلیں  
 سکینت اور وقار کے ساتھ نکلیں کہ نبیؐ نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ  
 کیلئے رغبت و خوف مستحق اور خشوع و خضوع اور پستی و اجابت کے جذبات  
 ہمارے اوپر طاری ہوں اس لیے کہ جتنی زیادہ پستی اور ذلت، خشوع و دناوت  
 اور اجابت و انابت کا مظاہرہ ہوگا۔ اتنی ہی ہماری نماز پاکیزہ ہوگی۔ اسی قدر اللہ  
 کے ہاں اسے قبولیت حاصل ہوگی، بندے کا مقام اسی حیثیت سے بلند ہوگا اور  
 اللہ کے ہاں اتنا ہی قرب حاصل ہوگا اور اگر وہ تکبر کرے گا تو اللہ اسے توڑ دے گا  
 اس کا عمل رد کر دے گا اور تکبر کا کوئی عمل اللہ قبول نہیں کرتا۔

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ "ایک بار آپ نے شب  
 بیداری کی جب صبح ہوئی تو رات کا قیام آپ کی آنکھوں میں کھب گیا۔ اور پکار اٹھے  
 ابراہیمؑ کا رب کتنا اچھا ہے اور ابراہیمؑ کیا ہی خوب بندہ ہے۔ جب کھانے کا

وقت ہوا تو کھانے میں ساتھ کے لیے کوئی آدمی نہیں ملا۔ آپ یہ پسند کرتے تھے کہ آپ کے ساتھ کوئی اور بھی کھائے۔ چنانچہ کھانا لے کر راستہ میں آئیکلے کہ ادھر سے کوئی گزرے تو وہ ان کا ساتھ دے دے۔ چنانچہ آسمان سے دو فرشتے اترے اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے تو ابراہیمؑ نے انھیں کھانے کی دعوت دی اور انہوں نے دعوت قبول کر لی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا: آؤ اس باغ میں چلیں اس میں ایک چشمہ ہے اور وہاں پانی ہے۔ وہیں کھانا کھائیں گے۔ چنانچہ وہ لوگ باغ میں گئے تو دیکھا کہ چشمہ خشک ہو چکا ہے اور اس میں پانی نہیں ہے۔ ابراہیمؑ سخت پریشان ہوئے اور اپنی بات پر شرمندہ ہو گئے کیوں کہ یہاں معاملہ برعکس تھا۔ ان دونوں نے ان سے کہا: اے ابراہیمؑ اپنے رب سے دعا کرو اور اس سے پانی مانگ لو۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی لیکن انھیں کوئی چیز نظر نہ آئی اس سے آپ اور زیادہ پریشان ہوئے۔ تب آپ نے ان دونوں سے کہا، تم لوگ خود اللہ سے دعا کرو، چنانچہ ایک نے دعا کی اور واپس آگیا تو دیکھا کہ چشمہ میں پانی موجود ہے اور دوسرے نے دعا کی تو چشمہ رواں ہو گیا۔ تب ان دونوں نے بتایا کہ ہم فرشتے ہیں۔ اور رات کے قیام پر آپ کو نماز تھا اسی لیے اللہ نے آپ کی دعا رد کر دی اور اسے قبولیت نہیں بخشی۔

اس لیے کبر سے بچئے اس لیے کہ کبر کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اور اپنی نمازوں میں پستی اختیار کیجئے۔ جب آپ اپنی نماز میں اللہ کے سامنے کھڑے ہوں تو اپنے دل میں اللہ کے تمام انعامات و احسانات کا تصور تازہ کر لیجئے اس لیے کہ اللہ نے تو اسے نعمتوں سے لاد دیا ہے اور اس نے اپنے نفس کو گراں بار کر دیا ہے۔

اس لئے اللہ کے سامنے زیادہ سے زیادہ خشوع و خضوع کا مظاہرہ کیجئے۔

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو وحی بھیجی کہ جب تم میرے سامنے کھڑے ہو تو حقیر و ذلیل اور کم ترین شخص کی طرح کھڑے ہو کیونکہ یہ نفس مذمت کا بہت لائق ہے۔ اور جب تم پکارو تو اس طرح پکارو جیسے تمہارے اعضاء جھڑ رہے ہوں۔ حدیث میں ہے کہ "اللہ نے موسیٰ کو بھی یہی وحی بھیجی تھی" میرے بھائی! جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو آپ کا نفس مذمت اور حقارت کا تو اور زیادہ سزاوار ہے محمد بن سیرین کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تو اللہ کے خوف سے ان کے چہرے کا خون غائب ہو جاتا اور مسلم کے بارے میں آتا ہے کہ جب وہ نماز شروع کر دیتے تو کسی آواز یا اور چیز کی چاپ تک نہ سنتے محض نماز میں مشغولیت اور خوفِ خدا کی وجہ سے ایسا ہوتا۔ اور عامر عنبری۔ جنہیں عامر بن عبدالقیس کہا

---

لہ یہ مسلم بن یسار بصری اموی مکی ہیں۔ ابن سعد کہتے ہیں، لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے نزدیک حسن بصری سے زیادہ بلند مقام یہ رکھتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے ابن اشعث کے ساتھ خروج کیا اور اس چیز نے لوگوں کی نگاہ میں ان کا مرتبہ گھٹا دیا۔

لہ ابن اشیر نے اسد الغابہ میں ان کا ذکر کیا ہے کہ ابو موسیٰ انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور وہ تابعی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انھوں نے جاہلیت کا دور بھی پایا ہے۔ یہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور سب سے سخت محنتی تھے۔ انھیں عثمان بن عفان کے پاس لیجا یا گیا کہ گوشت کھاتے ہیں اور نہ عورتوں سے نکاح کرتے ہیں تو آپ نے انھیں شام چلے جانے کا حکم دیا پھر ان کی پوری داستان نقل کی ہے جس میں انہوں نے انکی برات کی ہے۔

جاتا ہے کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے دونوں کندھوں کے بیچ میں جو زرخرہ ہے وہ الگ کر دیا جائے یہ مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ میں نماز میں دنیا کے بارے میں سوچوں۔ سعید بن معاذ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے جب کبھی کوئی نماز پڑھی اور میرے نفس نے کسی دنیاوی معاملہ پر سوچنا شروع کیا تو میں لوٹ آیا۔ ابودرداءؓ کہتے ہیں: اور میرے رب کی خاطر میرے چہرہ کا مٹی میں لت پت ہو جانا، یہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا منتہا ہے

تو کوئی شخص مٹی سے نفرت نہ کرے اور نہ اس پر سجدہ کرنا مکروہ سمجھے اس لیے کہ ہر شخص کو اس میں جانا ہے اور کوئی شخص زیادہ سے زیادہ عبادت کا اہتمام کرنے سے نہ چو کے کیونکہ اس سے اسے اُس جہنم سے گلو خلاصی ملتی ہے جس کے سامنے بلند و بالا پہاڑ ٹپک سکتے ہیں جو زمین کے لیے میخ بنائے گئے ہیں اور نہ ساتوں نہ بہتہ آسمان جنہیں محفوظ چھت بنایا گیا ہے۔ نہ زمین اس کے سامنے ٹھہر سکتی ہے جو مخلوقات کیلئے رہائش گاہ بنائی گئی ہے نہ ساتوں سمندروں کی اُس کے آگے کوئی حیثیت ہے جن کی گہرائی کو کوئی پانہیں سکتا نہ اُس کی قدر و قیمت خالق کے سوا کوئی جان سکتا ہے پھر بھلا ہمارے کمزور جسموں کا کیا بنے گا؟ ہماری پتلی ہڈیاں اس کے سامنے کیا وقعت رکھتی ہیں؟ اور ہماری باریک کھالیں کیسے بچاؤ کر سکیں گی؟ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہم جہنم سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جب نماز میں کھڑے ہوں تو اس طرح کھڑے ہوں گویا آپ اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور اگر آپ نہیں دیکھ رہے ہیں ————— تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے

حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو وصیت کرتے

ہونے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم  
نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ لہ

یہ نبی اکرمؐ کی بندے کو اس کے تمام حالات میں وصیت ہے پھر بھلا نماز  
میں بندے کی کیا حالت ہونی چاہیے۔ جب کہ وہ اللہ عزوجل کے سامنے خاص جگہ،  
خاص مقام پر کھڑا ہے، اللہ کی طرف رخ کیے ہوئے ہے اور نماز کی یہ حالت  
اور یہ مقام دوسرے حالات اور مقامات جیسا نہیں ہے۔

حدیث میں آتا ہے بندہ جب نماز شروع کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کی طرف اپنا  
چہرہ کر لیتا ہے اور اس وقت تک اپنا چہرہ نہیں موڑتا جب تک کہ وہ خود نہ موڑ لے  
یا دائیں بائیں متوجہ ہو جائے۔ دوسری حدیث ہے: "بندہ جب تک نماز میں رہتا ہے  
اس وقت تک اس کی تین حالتیں ہوتی ہیں: نیکی اور ثواب اس پر آسمان کی بلندی سے  
اس کے سر کی مانگ تک بکھر جاتے ہیں فرشتے اس کے قدموں سے لے کر آسمان کی  
بلندی تک اسے گھیر لیتے ہیں اور ایک منادی کرنے والا ندا دیتا ہے۔ اگر بندے کو معلوم  
ہو جائے کہ کس سے سرگوشی کر رہا ہے تو یہاں سے کبھی نہ ہٹے۔"

اللہ اس شخص کا بھلا کرے جو اپنی نماز کی طرف متوجہ ہو تو خشوع و خضوع کا پیکر  
ہو، اللہ کے سامنے ذلت و پستی کا اعلیٰ ترین مظاہرہ کرے، خوف و خشیت سے  
کانپ رہا ہو، توقع رغبت اور امید کا دامن پھیلائے ہو اور اپنی سب سے بڑی آرزو  
خدا کی ملاقات، اس سے مناجات، اس کے سامنے قیام و قعود اور رکوع و سجود کا

لہ احمد نے مسند میں اور ابوداؤد اور نسائی نے حدیث ابودرّہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

لہ محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں حسن بصری کی مرسل حدیث سے اس کا ذکر کیا ہے۔

بہترین اہتمام بنا لے اور اس کے لیٹے اپنے دل و دماغ کو خالی کر لے اور فرائض کے ادا کرنے میں محنت کرے کہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے بعد اسے کوئی اور نماز پڑھنے کا موقع دیا جائے گا یا پہلے ہی کام تمام کر دیا جائے گا وہ اپنے رب کے سامنے کھڑا ہو تو غم و حزن کا مجسمہ ہو۔ نماز کی مقبولیت کا متوقع اور اس کو رد کرنے سے خائف ہو۔ اگر قبولیت حاصل ہو گئی تو بامراد ہو اور اگر رد کر دی گئی تو بد بخت ہو۔

میرے بھائی! اس نماز اور دوسری عبادات کا معاملہ کتنا نازک اور اہم ہے اور غم و حزن اور حسرت و خوف کا کتنا متقاضی ہے۔ کیونکہ آپ کو نہیں معلوم کہ اس نے آپ کی کوئی نماز قبول کی ہے یا نہیں؟ اور آپ نہیں جانتے کہ آپ کی کسی نیکی کو قبولیت حاصل ہوئی ہے یا نہیں؟ یا کوئی گناہ آپ کا معاف ہوا ہے یا نہیں؟ اس کے باوجود آپ ہنس رہے ہیں، غفلت میں مست ہیں اور زندگی سے نفع کما رہے ہیں؟ حالانکہ آپ کو یقین ہے کہ آپ جہنم میں جائیں گے اور یہ یقین نہیں ہے کہ اس سے نکل بھی آئیں گے تو آپ سے زیادہ اور کون رونے اور رنجیدہ رہنے کا حقدار ہے یہاں تک کہ اللہ آپ کے اعمال قبول کرے؟ پھر آپ یہ بھی نہیں جانتے کہ شام کے بعد صبح بھی کر سکیں گے اور صبح کے بعد آپ پر شام بھی آئے گی اور آپ کو جنت کی بشارت مل جائے گی یا جہنم کی۔ میرے بھائی! میں آپ کو اس عظیم خطرہ کی یاد دہانی کر رہا ہوں، آپ تو اس کے سزاوار ہیں کہ مال و اولاد اور احباب میں مست نہ ہوں۔ حیرت ہے کہ آپ پر غفلت و سرستی کی دبیز چادر پڑی ہوئی ہے، آپ لہو و لعب میں مست ہیں اور اس عظیم خطرہ سے غافل ہیں اور ہر رات و دن ہر گھنٹہ

ہر لمحہ آپ زبردستی چلائے جا رہے ہیں، میرے بھائی اپنی متعینہ مدت کا انتظار کرتے رہیے اور اس خطرہ سے غافل نہ ہو جائے جس سے آپ کو سابقہ درپیش ہے اس لئے کہ آپ کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صبح یا شام آپ پر آدھکے اور آپ اپنی تمام ملکیت سے بے دخل کر دیئے جائیں اور جنت یا جہنم میں ڈال دیئے جائیں۔ ان دونوں کی صفات پر بڑی طویل گفتگو میں ہو چکی ہیں۔

اور حکایات کا دامن بھر چکا ہے۔ کیا آپ نے عبد صالح کا یہ قول نہیں سنا، مجھے حیرت ہے کہ جہنم سے بھاگنے والا سورہا ہے اور جنت کا طالب خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہے۔ بخدا اگر توفرار اور طلب سے باہر ہو گیا تو ہلاک ہو گیا اور تجھ سے بد بخت اور کوئی نہیں اور کل عذاب یافتہ بد بختوں کے ساتھ تو روئے گا اور پریشان ہو گا اور اگر تو کہتا ہے کہ تو جہنم سے فراری اور جنت کا طالب ہے تو جنت قدر عظیم خطرہ سے دوچار ہے اس کے حساب سے تو اس کا احساس کر اور خبردار جھوٹی آرزوئیں تجھے مبتلائے فریب نہ کریں۔“

یاد رکھیے، آج اسلام پستی و زلت اضمحلال اور پشیمردگی کا شکار ہے۔ حدیث میں آتا ہے ”تم روزانہ پستی میں گرتے چلے جاؤ گے اور تمہارے اچھے لوگ تیزی سے اٹھائیے جائیں گے۔“

دوسری حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا: اسلام اجنبیت کی حالت میں آیا اور پھر اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ پہلے اجنبی تھا۔ ایک دوسری حدیث میں آپ

لہ اس کی تخریج مسلم اور ترمذی نے عمر بن عوف کے واسطے سے کی ہے۔

نے فرمایا: میری اُمت کا بہترین دور وہ ہے جس میں میں مبعوث ہوا ہوں پھر اس کے بعد آنے والے لوگ بہتر ہیں، پھر اس کے بعد آنے والے اور آخر میں آنے والے قیامت تک بدترین دور کا ہو گا۔ ایک بار آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: تم اپنے بیٹوں سے بہتر ہو اور تمہارے بیٹے اپنے بیٹوں سے بہتر ہوں گے اور تمہارے پوتے اپنے بیٹوں سے بہتر ہوں گے اور آخر میں آنے والے قیامت تک بدترین دور میں ہوں گے۔ ایک اور حدیث ہے: اسلام پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ محض اس کا نام باقی رہ جائے گا اور قرآن پڑھنے پڑھانے کی بس رسم رہ جائے گی۔ ایک آدمی نے آپ سے پوچھا: ہم کیسے ہلاک ہو جائیں گے جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں اور وہ اپنے بیٹوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو کیا یہود اور نصاریٰ تورات اور انجیل نہیں پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول؟ آپ نے پوچھا تو اس سے ان کو کیا فائدہ پہنچا؟ اس نے کہا: کچھ نہیں اے اللہ کے رسول۔

لوگ اپنے دین کے معاملہ میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے بہت سی کوتاہیوں اور خرابیوں کے شکار ہو گئے ہیں۔ آج کل تین قسم کے لوگ آپ کو ملیں گے

۱۔ عمران بن حصین کی حدیث سے اسی مفہوم کی متفق علیہ مثال آئی ہے۔

۲۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حدیث علیؑ سے اس کی تخریج کی ہے۔

۳۔ احمد نے مسند میں اور ابن ماجہ نے حدیث زیاد بن لبید سے اس کی تخریج کی ہے اور ترمذی نے اسی طرح کی روایت کی ہے اور دارقطنی نے حدیث ابوامامہ سے اسکی روایت کی ہے۔

اور ان میں سے دو قسموں کی نماز نہیں ہوتی ہے۔

پہلی صنف خوارج، روافض، شک و شبہ پیدا کرنے والے اور ان بدعتی لوگوں کی ہے جو نماز باجماعت کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور مسجدوں میں تمام مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہوتے کیوں کہ وہ ہمیں کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو لہو و لعب میں مست رہتے ہیں اور شراب و کباب کی محفلوں کو باتے ہیں اور برے اعمال کرتے ہیں۔

تیسری صنف اہل سنت و جماعت کی ہے جو اذان ہونے کے بعد نماز نہیں چھوڑتے اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔

یہ تیسری قسم سب سے بہتر ہے لیکن اپنی بہتری اور دوسروں پر فضیلت کے باوجود سب الا ماشاء اللہ نماز کو ضائع کر دیتے ہیں کیوں کہ رکوع و سجود، قیام و قعود میں امام سے پہل کر جاتے ہیں یا اس کے ساتھ ہی کرتے ہیں حالانکہ ہونا یہ چاہیے کہ امام کے بعد رکوع و سجود اور قیام و قعود کریں جس نے موسم حج میں مسجد حرام میں نماز پڑھی ہے اس نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے خلیفہ کثیر کو امام سے پہل کرتے دیکھا اور حج کے موسم میں خراسان، افریقہ، آرمینیا اور دنیا کے تمام ممالک سے لوگ آتے ہیں۔ خراسانی خراسان سے حج کی نیت سے آتا ہے اور جب امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پہل کر جاتا ہے۔ اسی طرح شامی افریقی اور حجازی وغیرہ بھی کرتے ہیں ان پر مسابقت غالب ہو گئی ہے اور اس سے حیرت ناک یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افضلیت اور فضیلت

کے خواہاں ہوتے ہیں جمعہ کے لیے صبح سویرے نکل جاتے ہیں تاکہ اس کا ثواب  
 انہیں مل جائے بلکہ بعض لوگ نفل اور ثواب کی خاطر جامع مسجد ہی میں فجر کی نماز ادا  
 کرتے ہیں۔ اور پھر وہیں نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں قیام و  
 قعود میں وقت گزارتے ہیں اور تلاوت قرآن پاک اور دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں  
 یہاں تک کہ عصر کا وقت ہو جاتا ہے اور پھر مغرب تک اسی حالت میں مصروف  
 رہتے ہیں اور ان ساری کوششوں کے ساتھ وہ شیطان سے دھوکہ کھا کر اور اس کی  
 چالوں سے مغلوب ہو کر امام سے پہل کر دیتے ہیں شیطان انہیں واجب فریضہ سے  
 غافل کر دیتا ہے اور وہ امام کے ساتھ رکوع و سجود اور قیام و قعود کرتے ہیں اور اس کی  
 مکاریوں میں آکر نوافل جو واجب نہیں ہیں ان کا تو اہتمام کرتے ہیں اور فرائض ضائع  
 کر دیتے ہیں حالانکہ حدیث میں آتا ہے « اللہ تعالیٰ نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک  
 وہ فریضہ ادا نہ کر لے » جمعہ کے دن منہ اندھیرے اٹھنے کا ثواب اسی وقت ملے گا  
 جب وہ اصل کو ضائع نہ کرے۔ جس نے اصل کو ضائع کر دیا تو اس نے افضلیت کو  
 بھی گنوا دیا اور جس نے استحباب کو ضائع کر دیا لیکن اصل سے چٹا رہا اور اسے  
 اس نے مستحکم رکھا تو اس کے لیے کافی ہے اور مستحب سے بے نیاز ہے۔ استحباب  
 کی طلب اور اصل کے ضیاع کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تاجر تجارت کرے اور  
 نفع کو دیکھ دیکھ کر خوب خوش ہو لیکن اصل سرمایہ بڑھانے کی اسے کوئی فکر  
 نہ ہو۔ اسی طرح وہ نفع پر نازاں رہے اور اصل سرمایہ سے غافل رہے یہاں تک  
 کہ ایک دن جب اس کی نگاہ اصل سرمایہ پر پڑے تو اسے معلوم ہو کہ یہ تو ختم ہو چکا

ہے اور نفع بھی جا چکا ہے اب اصل سرمایہ رہا نہ نفع۔

خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو اپنے بھائی کو امام سے پہل کرتا ہوا دیکھے اور اس کے ساتھ رکوع و سجد کرتا ہوا پائے یا اسے تنہا نماز پڑھتا ہوا دیکھے اور اس کی کوتاہی اور غلطی اسے نظر آجائے پھر وہ اس کو نصیحت کرے، اچھی باتوں کا حکم دے اور بُری باتوں سے روکے اور خاموشی نہ اختیار کرے۔ اس لیے کہ نصیحت و خیر خواہی اس پر واجب ہے اور خاموشی اختیار کرنا گناہ ہے شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ امر بالمعروف سے آپ خاموش رہیں اور بر و تقویٰ میں تعاون کرنا چھوڑ دیں جس کی اللہ نے وصیت کی ہے اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنے سے باز آجائیں تاکہ آپ کا گناہ اور آپ کی غلطی باقی رہے اور آپ کو اجر نہ مل سکے اور دین مضحل ہو جائے اور رخصت ہو جائے اور آپ سنت کا احیاء کریں نہ بدعت کو ختم کریں۔ جن چیزوں کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے ان میں اس کی اطاعت کریں، ایک دوسرے کی خیر خواہی اور نصیحت، نیکی اور خدا ترسی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کریں اور شیطان کی اطاعت نہ کریں اس لیے کہ شیطان آپ کا کھلا ہوا دشمن ہے اس سے اللہ نے آپ کو باخبر کیا ہے۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا ۗ وَحَقِيقَتُ الشَّيْطَانِ تَمَّارًا ۗ دَرُشْمَنُ هُوَ  
اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ (فاطر) ﴿٦﴾

اے بنی آدم، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں  
پھر اسی فتنہ میں مبتلا کرے جس طرح  
يَبْنِي ۗ اٰدَمَ لَا يَفْنِيَنَّكُمْ الشَّيْطٰنُ

کَمَا أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ  
 اس نے تمہارے والدین کو جنت سے  
 نکلوا یا تھا۔ (اعراف) ﴿۲۷﴾

یاد رکھیے نماز کی یہ خرابی مشرق و مغرب کے مسلمانوں میں، استجاب کے لیے  
 لپکنے والوں اور جمعہ کے دن منہ اندھیرے اٹھنے والوں میں اس وجہ سے پیدا ہوئی  
 کہ اہل علم و فضل کے منہ پر خاموشی طاری ہو گئی انہوں نے نصیحت و خیر خواہی تعلیم  
 و تربیت، امر و نہی، انکار و ردک ٹوک کا فریضہ بھلا دیا اور اس کی وجہ سے جاہل عوام امام  
 سے پہلے پہل کرنے لگے اور ان کے ساتھ علم و فضل و بصیرت کے نام نہاد حاطین  
 بھی نماز کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کی تقلید کرنے لگے۔ حد درجہ تعجب انگیز یہ ہے کہ  
 اہل علم جاہلوں کی پیروی کرنے لگے۔ اور قیام و قعود، رکوع و سجود، رفع و خفض وغیرہ  
 میں امام سے پہل کرنے لگے اور علماء و فقہاء سے انہوں نے جو کچھ سن رکھا تھا اور  
 جن تعلیمات کے یہ حامل تھے انہیں ترک کر دیا۔ حالانکہ علماء کی ذمہ داری یہ ہے  
 کہ وہ جاہلوں کو تعلیم دیں، انہیں نصیحت کریں اور ان کا ہاتھ پکڑ لیں اس لیے کہ اگر  
 انہیں انکی حالت پر چھوڑ دیں گے تو ان کے ساتھ یہ بھی گنہگار ہوں گے اور نافرمان  
 اور خائن ہوں گے۔ اس لیے کہ یہ جھوٹ اور فریب، کینہ اور حسد اور غیبت اور  
 چغل خوری، فقر اور کمزور کو حقیر سمجھنا اور دوسری لاتعداد معصیتوں میں یہ بھی شامل  
 ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ "ہلاکت ہے اس عالم کے لیے جو جاہل کو تعلیم نہ دے۔"  
 معلوم ہوا کہ جاہل کو تعلیم دینا عالم پر واجب ہے اس لیے کہ نفل چھوڑنے سے کسی

پر ہلاکت نہیں آتی کیوں کہ اللہ نفل کے چھوڑنے پر گرفت نہیں کرتا۔ وہ تو فرائض کو ترک کرنے پر گرفت کرتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اسے بدل دے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اسے روکے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے! اور جو شخص اپنی نماز ضائع کر دیتا ہے، امام سے پہلے کر جاتا ہے اور اس کے ساتھ رکوع اور سجدہ کرتا ہے یا پوری طرح سے رکوع اور سجدے نہیں کرتا۔ جب وہ نماز پڑھے گا تو منکر کا ارتکاب کرے گا اس لیے کہ اسے اللہ کے رسول نے چور کہا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بدترین چوری اس شخص کی ہے جو اپنی نماز میں چوری کرے لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول بھلا نماز میں چوری کیسے کرے گا؟ آپ نے فرمایا: چور وہ ہے جو مکمل رکوع نہ کرے اور مکمل سجدہ نہ کرے! نماز کے چور کو جو شخص دیکھ لے اس پر واجب ہے کہ اسے نصیحت کرے اور اسے چوری سے روکے۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی چور ایک درہم چرالے تو یہ منکر نہیں ہے جس پر تکبیر اس شخص پر واجب ہے

۱۰ مسلم وغیرہ نے حدیث ابو سعید خدریؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

۱۱ احمد نے اس کی روایت مسند میں حدیث ابو قتادہ سے کی ہے اور مالک، دارمی اور

احمد نے حدیث نعمان بن مرہؓ سے اور دوسرے نسخوں میں یہ الفاظ ہیں۔

”أَسْوَدُ النَّاسِ مَرْقَةُ“

جو اسے دیکھ لے؟ تو نماز کا چور تو درہم کے چور سے زیادہ خطرناک ہے۔ ابن مسعودؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: "جس نے کسی نماز میں غلطی کرنے والے کو دیکھا اور اسے نہیں روکا تو وہ اس کے گناہ اور غلطی میں برابر کا شریک ہو گیا" بلال بن سعد کہتے ہیں "غلطی جب مخفی ہو تو ایک ہی انسان کو نقصان پہنچاتی ہے اور اگر وہ ظاہر ہو جائے اور اسے بدلانہ جائے تو عوام کو بھی نقصان پہنچاتی ہے" عوام کے لیے مضر اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے خلاف کراہیت و نفرت کا اظہار نہیں کرتے جس سے وہ غلطی صادر ہوتی ہے۔ اگر ایک بندہ ایسی جگہ نماز پڑھے جہاں کوئی انسان اسے دیکھنے والا نہ ہو اور وہ اپنی نماز برباد کر دے اور مکمل رکوع و سجدہ نہ کرے اس کا گناہ اسی تک محدود رہے گا اور اگر وہ ایسی جگہ یہ حرکت کرتا ہے جہاں لوگ اسے دیکھ رہے ہوں اور اسے روکیں نہ اس پر اظہارِ نکیر کریں تو اس کا گناہ اس شخص پر بھی لازم ہوگا اور نہ روکنے والوں پر بھی۔

اللہ کے بندو! اپنے تمام معاملات میں عام طور سے اور نماز میں خاص طور سے اللہ سے تقویٰ کرو اور اسے اپنے اندر مستحکم کرو اور اسی سلسلہ میں اپنے بھائیوں کو نصیحت کرو کہ یہ آپ کے دین کا آخری حصہ ہے تو اپنے دین کے اس آخری حصہ کو بچا لیں اور ان تمام عبادات کا اہتمام کریں جنہیں اللہ نے آپ پر فرض کیا ہے۔ خاص طور سے آپ کے نبیؐ نے آپ کو جن باتوں کی وصیت کی ہے ان پر

لے یہ بلال بن سعد مشہور عابد تابعی کا کلام ہے۔

کار بند رہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ: دُنیا سے رُخصت ہوتے وقت اُمت کو آخری وصیت آپ کی یہ تھی۔ اللہ سے ڈرو نماز کے سلسلہ میں اور غلاموں کے سلسلہ میں پہلے اور دوسری حدیث ہے: یہ ہر نبی کے دُنیا سے رُخصت ہونے کے وقت اپنی اُمت کو آخری وصیت رہی ہے۔ اور یہ وہ آخری چیز ہے جو اسلام سے رُخصت ہو جائیگی۔۔۔ اس کے بعد دین ہے نہ اسلام اور قیامت کے دن بندے سے اس کا سب سے پہلا عمل جس کے بارے سوال ہوگا۔ نماز ہوگی یہ اسلام کا ستون ہے، خیمے کا ستون گر جائے گا تو ٹھنابیں اور لکڑیاں کام نہ دیں گی۔ یہی معاملہ نماز کا ہے، اگر یہ رُخصت ہو جائے تو اسلام بھی رُخصت ہو گیا۔

اللہ نے تمام عبادتوں میں اس کا خصوصی ذکر کیا ہے اور نمازیوں کی بڑی فضیلت گنائی ہے اور نماز اور صبر سے مدد لینے کا حکم دیا ہے اور اوامر کو اختیار کرنے اور نواہی سے بچنے میں اس سے استعانت کی تلقین کی۔

جو لوگ مسجدوں سے پیچھے رہتے ہیں انھیں مسجدوں میں نماز پڑھنے کا حکم دیجئے اور جب وہ پیچھے رہیں تو انھیں ملامت کیجئے اور اپنے ہاتھوں سے ان کے خلاف اظہارِ تکبر کیجئے اگر یہ نہ کر سکیں تو اپنی زبان سے یہ فریضہ انجام دیجئے اور یاد رکھیے سکوت

---

۱۵ اس کی تخریج احمد نے مسند میں اور ابن ماجہ نے حدیث ام سلمہؓ سے کی ہے اور احمد نسائی، ابن ماجہ اور ابن جبان نے حدیث انسؓ سے اس کی تخریج کی ہے اور طبرانی نے حدیث عمرؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لیے کہ نماز سے پیچھے رہنا بڑی معصیت کا کام ہے  
 نبی اکرمؐ فرماتے ہیں کہ "میں سوچتا ہوں کہ نماز کا حکم دوں کہ وہ کھڑی ہو جائے  
 پھر میں ان لوگوں کے پاس ان کے گھروں میں پہنچوں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے  
 اور انہیں گھر سمیت جلا کر رکھ دوں" اللہ کے رسولؐ نے ان کے گھروں کو جلا دینے  
 کی دھمکی دی ہے اگر نماز سے پیچھے رہنا بڑی معصیت کا کام نہ ہوتا تو اللہ کے رسول  
 انہیں ایسی دھمکی کیوں دیتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "مسجد کے پڑوسی کی نماز  
 مسجد ہی میں ہوتی ہے" اور مسجد کا پڑوسی اسے کہیں گے جس کے گھر اور مسجد کے درمیان  
 چالیس گھر ہوں۔

نماز وہ اولین فریضہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض کیا گیا اور یہ وہ آخری  
 چیز ہے جس کی اللہ کے رسول نے دنیا سے رخصت ہوتے وقت وصیت کی، اس  
 کے بعد اسلام رہتا ہے نہ دین۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

۱۔ اس کی روایت بخاری اور مسلم نے حدیث ابو ہریرہؓ سے کی ہے۔  
 ۲۔ اس کی تخریج دارقطنی نے جابرؓ اور ابو ہریرہؓ کی حدیث سے کی ہے اور حاکم نے مستدرک  
 میں حدیث ابو ہریرہؓ سے اس کی تخریج کی ہے۔

یہاں تک دونوں مخطوطات میں رسالہ الصلوٰۃ ختم ہو گیا۔ ہم نے اس کی تکمیل دوسرے  
 نسخوں سے کی ہے۔ اس لیے کہ بقیہ حصوں میں بڑے کام کی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام احمد پر  
 رحم کرے اور انہیں تمام مسلمانوں کی طرف سے اچھا بدلہ دے انہوں نے دین کے ایک اہم معاملہ  
 میں نصیحت کا حق ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے رسولؐ کی سنت پر عمل کرنے  
 اور دین کو اس کی ہدایت کے مطابق قائم کرنے کی توفیق دے۔

”جس نے موذن کی آواز سن لی اور لبیک نہ کہا تو اس کی نماز نہیں ہوگی الا یہ کہ اسے کوئی عذر ہو“

عمر بن خطابؓ کے بارے میں آتا ہے کہ نماز میں ایک آدمی کو غیر حاضر پایا۔ چنانچہ اس کے گھر گئے اور اس کو آواز دی تو وہ آدمی نکلا۔ آپ نے اس سے پوچھا: تم کو نماز سے کس چیز نے روکا تھا اس نے کہا، امیر المؤمنین ایک بیماری ہے اگر میں نے آپ کی آواز نہ سنی ہوتی تو میں نہ نکلتا، یا اس نے کہا کہ میں نہ نکل سکتا تھا تو آپ نے فرمایا: تو نے اس پکار کو چھوڑ دیا جو میری پکار کے مقابلہ میں تم پر کہیں زیادہ واجب ہے: کیا بات ہے یہ لوگ نماز سے پیچھے رہتے ہیں؟ ان کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے دوسرے بھی پیچھے ہونے لگتے ہیں؟ وہ لوگ مسجد میں آئیں ورنہ میں ان کے پاس ایسے لوگوں کو بھیجوں گا جو انہیں گردن پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لائیں گے، پھر فرماتے ہیں: ”نماز میں حاضر رہو، نماز میں حاضر رہو“ عبداللہ بن ام مکتوم کہتے ہیں کہ انہوں نے درخواست کی: اے اللہ کے رسول میں کمزور ہوں میری نگاہیں کام نہیں کرتیں، گھر بھی دور ہے۔ میرے گھر اور مسجد کے درمیان ایک باغ اور ایک وادی

---

۱۔ مندری نے التریب میں یہ الفاظ نقل کیے ہیں: ”جو جماعت میں حاضر ہونا چھوڑ دے“ ابو بکر بن مندر کہتے ہیں کہ ہم نے متعدد اصحاب رسول سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: جو اذان کی آواز سنے اور بغیر کسی عذر کے اس پر لبیک نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ ان میں ابن مسعودؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ہیں اور وہ الفاظ بھی نبیؐ سے مروی ہیں۔

ہے تو کیا میرے لیے رخصت ہے اگر میں اپنے گھر میں نماز ادا کر لوں؟ اللہ کے نبی نے ان سے پوچھا: "کیا تم آذان سنتے ہو؟" انہوں نے کہا: "ہاں" آپ نے فرمایا تو اس پر لبتیک کہو"۔

اللہ کے رسول نے ایک نابینا کمزور اور بوڑھے شخص کو جس کے گھر اور مسجد کے درمیان ایک نخلستان اور وادی تھی رخصت نہیں دی کہ وہ نماز سے پیچھے رہیں۔ اگر نماز سے پیچھے رہنے کا کوئی عذر قابل قبول ہوتا تو ایسے شخص کو آپ ضرور رخصت مرحمت فرماتے

نماز سے پیچھے رہ جائے والوں کے خلاف اظہارِ تکبر کیجئے اس لیے کہ ان کا یہ گناہ بہت بڑا ہے اور آپ اگر انہیں نصیحت کرنا چھوڑ دیں گے تو ان کے اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ جب کہ آپ کو اس پر قدرت ہو۔

ابودرداء کہتے ہیں کہ ابن مسعود کہتے تھے: "اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے لیے ایک سنت مقرر کی ہے اور تمہارے نبی کے لیے بھی ایک سنت متعین کی ہے اور تمہارے نبی کی خاص سنت یہ پانچوں وقت کی باجماعت نمازیں ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ تم میں سے ہر شخص کے لیے اس کے گھر میں مسجد ہے اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو تو اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے"۔

۱۰ متفق علیہ

۱۱ احمد نے مسند میں اور مسلم اور ابوداؤد نے اس کی تخریج کی ہے۔

اللہ سے ڈریئے اور پیچھے رہ جانے والوں کو باجماعت نماز کی ادائیگی کا حکم دیجئے  
 اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور ان کے گناہوں سے محفوظ نہ رہ سکیں  
 گے اس لیے کہ اپنے بھائیوں کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے اور اپنے ہاتھوں سے  
 ان کی برائیوں کو تبدیل کرنا لازم ہے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو زبان  
 سے اس کا اظہار ضروری ہے۔

حدیث میں آتا ہے: "قیامت کے دن آدمی اپنے پڑوس کے ساتھ آئے گا اور  
 اس کا پڑوس کہے گا: اے میرے رب اس نے میرے ساتھ خیانت کی ہے۔ وہ کہے  
 گا: اے میرے رب تیری عزت کی قسم، میں نے اس کے مال میں خیانت کی ہے نہ  
 اہل میں۔" وہ کہے گا: اے میرے رب اس نے صحیح کہا ہے لیکن اس نے مجھے معصیت  
 کرتے ہوئے دیکھا اور نہیں روکا۔" ۱۰۶

نماز سے پیچھے رہ جانے والا تو بڑی معصیت کا ارتکاب کر رہا ہے، خدا را کل  
 قیامت کے دن اس کے ساتھ ہونے اور خدا کے سامنے اس کے جھگڑا کرنے سے

۱۰۶ منذری نے اس کا ذکر ترغیب میں امر بالمعروف کے بارے میں ابوہریرہ کی حدیث  
 سے کیا ہے وہ کہتے ہیں: ہم سنتے تھے کہ آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ قیامت کے دن اٹھے گا  
 اور وہ اسے پہچانتا نہ ہوگا تو وہ کہے گا: تیرا میرے ساتھ کیا رشتہ ہے؟ جبکہ ہمارے تمہارے  
 درمیان شناسائی نہیں ہے؟ وہ کہے گا: تم مجھے غلطی اور منکر کا ارتکاب کرتے دیکھتے تھے اور  
 اس سے نہیں روکتے تھے؟ منذری کہتے ہیں: اس کا ذکر رزین نے کیا ہے اور میں نے اسے نہیں دیکھا۔

بچے اور آج اسے نصیحت کرنے سے نہ جو کئے۔ اگر وہ آپ کو گالی دیتا ہے، تکلیف پہنچاتا ہے اور دشمنی پر اتر آتا ہے آج کی اس کی دشمنی کل خدا کے سامنے سامنے اس کے مباحثہ اور اس عظیم مقام پر آپ کی دلیل توڑ دینے سے بہتر ہے تو خدا کے لیے اور خدا کی راہ میں آج گالیاں کھا لیجئے ہو سکتا ہے کہ کل قیامت کے دن آپ کو انبیاء اور ان کے تابعین کی صحبت میسر ہو اور کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

اگر آپ کسی کو نفل نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور وہ رکوع اور سجدہ کے درمیان ٹھیک سے قیام نہیں کر رہا ہے تو اسے روکنا اور نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو نماز کی خرابی اس کے اور ضیاع اور گناہ میں آپ اس کے شریک ہیں۔

جان لیجئے کہ لوگ اس جہالت میں مبتلا ہیں کہ اگر وہ نفل نماز پڑھ رہے ہوں اور رکوع و سجدہ مکمل طور سے نہیں کر رہے ہیں نہ اپنی پیٹھ سیدھی رکھتے ہیں تو اسے اس وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ تو نفل ہے اس میں اتنا کافی ہے۔ حالانکہ یہ کافی نہیں ہے اس لیے کہ جس نے نفل کی نیت کر لی وہ اس پر واجب ہو گئی اور اسکی تکمیل اور بہتر طریقے سے ادائیگی اس پر لازم ہو گئی۔ جیسے کوئی شخص نفلی حج کا احرام باندھ لے تو اس کی تکمیل اس پر واجب ہے اگر وہ حج کے دوران کوئی شکار کرے تو کفارہ واجب ہے یا جیسے کوئی شخص نفلی روزہ رکھ لے پھر اسے عصر کے وقت توڑ ڈالے تو اس دن کی قضا اس پر واجب ہے یا جیسے کوئی شخص ایک درہم کسی فقیر کو صدقہ کر دے پھر اس سے واپس لے لے تو اس درہم کا فقیر کو لوٹانا اس پر واجب ہے

پس ہر وہ نفل جس میں وہ داخل ہو گیا، اس پر واجب ہو گئی اور اس کی مکمل طریقے سے ادائیگی اس کے لیے لازم ہو گئی۔ اس لیے کہ جب وہ اس میں داخل ہوا اس وقت اس نے اس کو اپنے اوپر واجب کر لیا۔ اگر وہ اس میں داخل نہ ہوتا تو اس پر واجب نہ ہوتی۔ اس لیے جب کسی کو نفل یا فرض نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں تو اس کی تکمیل اور درستگی کی اسے تاکید کر دیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو گنہگار ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس سے محفوظ رکھے۔

بعض جاہل کہتے ہیں کہ: جو شخص بھول کر امام پر سبقت لے جائے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ بات اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں: جو شخص بھول کر امام کو پیچھے چھوڑ دے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

حدیث تو ضرور آئی ہے لیکن لوگوں نے اس کا غلط مفہوم نکال لیا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بھول کر قیام کر لے حالانکہ اسے جلو سس کی حالت میں ہونا چاہیے تھا۔ یا بھول کر بیٹھ جائے جبکہ اسے کھڑا ہونا چاہیے تھا یا بھول جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تین یا چار؟ یا بھول کر کوئی تکبیر چھوڑ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ امام سے پہلے کرنے والے کے بارے میں نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ مہاجرین و انصار سے کوئی ایسا قول منقول ہے جس میں بھول کر امام سے پہلے کرنے والے کو رخصت دی گئی ہو۔ مشہور حدیث ہے: "جو شخص اپنا سر امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کیا وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ اس کا سر گدھے کا ہو جائے" اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ بھول کر ایسا کرنے والے کے لیے چھوٹ ہے نہ اسے سجدہ سہو کا حکم دیا گیا ہے

ابن عمرؓ کا مشہور قول ہے "تو نے نہ تو تنہا نماز پڑھی اور نہ امام کیساتھ" اس میں سو کا ذکر نہیں ہے نہ اسے آپ نے سجدہ سو کا حکم دیا بلکہ اسے مارا اور دہرانے کا حکم دیا۔ اور سلمانؓ کا قول ہے: جو امام سے پہلے سر اٹھاتا اور جھکاتا ہے۔ اس کی پیشانی شیطان کی مٹھی میں ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا ہے: اس میں سو کا کوئی ذکر تک نہیں ہے نہ سجدہ سو کا آپ نے حکم دیا ہے۔

نبی اکرمؐ سے سو ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرام سے بھی کسی نے بھول کر پہلی دونوں رکعتوں میں قرأت چھوڑ دی۔ پھر آخری دونوں رکعتوں میں پڑھ لی۔ کوئی بھول کر بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہو گیا اور کھڑا ہونے کی جگہ بیٹھ گیا۔ ان تمام غلطیوں میں سجدہ سو ہے۔ احادیث میں اور صحابہ کرام کے اقوال میں اسی طرح کے احکام ملتے ہیں اور یہی سنت ہے لیکن جو شخص امام سے پہلے کر جائے اس کے بارے میں قول یہی ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی جیسا کہ میں نے ان کے قول کی تفسیر کی ہے کہ جو بھول کر یاد آئے پہل کر لے اس کی نماز نہیں ہوئی اور یہاں سو کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے بھلا سو کی رخصت کیسے ہو سکتی ہے جب کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ امام نے اٹھنے کا ارادہ ہی کیا ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس سے پہلے سجدہ میں گر جاتا ہے؟ یا وہ اس کے بعد امام کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ رہا ہے اور وہ اپنا سر اٹھا رہا ہے یا اسے دیکھ رہا ہے کہ سجدہ میں جانا چاہتا ہے تو اس سے پہلے ہی وہ سجدے میں گر پڑتا ہے یا وہ دیکھتا ہے کہ امام قرأت سے فارغ ہوا اور امام کے تکبیر کہنے اور رکوع میں جانے سے پہلے وہ رکوع میں چلا جاتا ہے۔ ان تمام مواقع پر اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ امام کا

انتظار کرے کہ وہ رکوع میں چلا جائے یا سجدہ میں چلا جائے یا سر اٹھالے یا جھکالے اور ان تمام صورتوں میں تکبیر کہ چکے تب امام کے فعل کے بعد اور اس کی تکبیر ختم ہونے کے بعد اس کی پیروی کرے۔ یہاں سہو کا کوئی موقع نہیں ہے کہ جس سے عذر کیا جاسکے۔ نہ اسے اللہ کے رسول نے نہ صحابہ کرام نے معذور قرار دیا ہے نہ اسے سجدہ سہو پر اکتفا کرنے کا حکم دیا ہے بلکہ اسے اپنی نماز دوہرانے کا حکم دیا ہے اور اللہ کے رسول نے اسے ڈرایا ہے کہ ”اس کا سر گدھے کا سر ہو جائے“ یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے دل میں نماز کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا اور اس کا مذاق اڑاتا ہے۔

اس لئے کسی جاہل کو ان جگہوں پر اپنے کو معذور نہیں سمجھنا چاہیے جن میں اس کا کوئی عذر نہیں ہوتا اور اپنے اوپر اور اس شخص پر گناہ نہیں لادنا چاہیے جس کو اس نے پھپھسی دلیل سے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس سے کسی نیک آدمی نے استدلال نہ کیا ہو۔

اللہ کے بندو، اپنی نمازوں کا خیال رکھو کہ یہ تمہارے دین کا آخری حصہ ہے۔ اور کسی شخص کو اس وہم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ اس نے نماز پڑھ لی ہے حالانکہ اس نے نماز نہیں پڑھی۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے۔ آدمی سائٹ نمازیں پڑھتا ہے اور اس کی ایک نماز نہیں ہوتی ”پوچھا گیا: یہ کیسے؟ فرمایا: ”وہ رکوع تو مکمل کرتا ہے لیکن سجدہ مکمل نہیں کرتا حضرت حذیفہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے لیکن رکوع اور سجدہ مکمل نہیں کر رہا ہے تو حذیفہ نے پوچھا: کب سے تم اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟ اس نے کہا چالیس سال سے۔“

حذیفہ نے کہا: تو نے نماز نہیں پڑھی، اگر تیرا انتقال ہو گیا تو تو خلاف نطرت موت مرے گا۔ اور عبدالسد بن مسعود کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار وہ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہے تھے۔ اچانک انہوں نے گفتگو منقطع کر دی، لوگوں نے پوچھا: کیا بات ہے ابو عبدالرحمن کیوں گفتگو بند کر دی؟ آپ نے کہا: میں تعجب خیز دیکھ رہا ہوں دو آدمیوں کو ان میں سے ایک کی طرف اللہ نظر نہیں اٹھائے گا اور دوسرے کی نماز قبول نہیں کریگا لوگوں نے پوچھا: وہ دونوں کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جس کی طرف اللہ نظر نہیں اٹھائے گا وہ شخص ہے جو تکبر سے چلتا ہے اور جس کی نماز اللہ قبول نہیں کرے گا وہ نمازی ہے

لہ بخاری نے اس کی تخریج باب "إذالم يتم الركوع" میں کی ہے اور "منذار بعین سنتہ کے الفاظ مذکور نہیں ہیں حافظ الفح اباری (ج ۲ ص ۱۸۶) میں لکھتے ہیں: عبدالرزاق کی روایت میں فجعل ينقر ولا يتم ركوعه کے الفاظ ہیں احمد نے بواسطہ محمد بن جعفر بواسطہ شعبہ یہ اضافہ کیا ہے: فنذكم صلیت: فقال منذار بعین سنتہ اور اسی کی مثل ثوری کی روایت میں ہے اور نسائی نے بطریق طلحہ بن مطرف بواسطہ زبیر بن وہب اسی طرح روایت کی ہے اور ان کا ظاہر پر محمول کر قابل غور ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہی سبب ہے کہ بخاری نے اسے ذکر نہیں کیا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ حذیفہ ۳۶ھ میں وفات پا چکے تھے اس لیے مذکورہ نماز ہجرت سے چار سال پہلے کی ہے یا اس سے اور پہلے کی ہے اور شاید اس کے بعد نماز فرض نہیں ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بالذمراد لیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں میں سے جو اسلام لانے سے پہلے نماز پڑھتے تھے پھر اسلام لے آئے۔ اس طرح دونوں زمانوں کو ملا کر مدت پوری ہو گئی ہو۔





# الصلاة

تأليف

الإمام أحمد بن حنبل

محققها وقدم لها

الشيخ محمد صادق الفقي

باللغة الأردنية

طبع ونشر

الرئاسة العامة للإفتاء والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف سنده تعالى

١٤٠٦ هـ



# الصلاة

تأليف

الإمام أحمد بن حنبل

حققها وقدم لها

الشيخ محمد ساد الفقي

باللغة الأردنية

طبع ونشر

الرئاسة العامة للإدارة العامة والإفتاء والدعوة والإرشاد

الإدارة العامة للطبع والترجمة

الرياض - المملكة العربية السعودية

وقف سنة تعالى

١٤٠٦ هـ